ایران نوین

آغاز نصر الله

ایران نوین میگزین
www.alhodapub.com

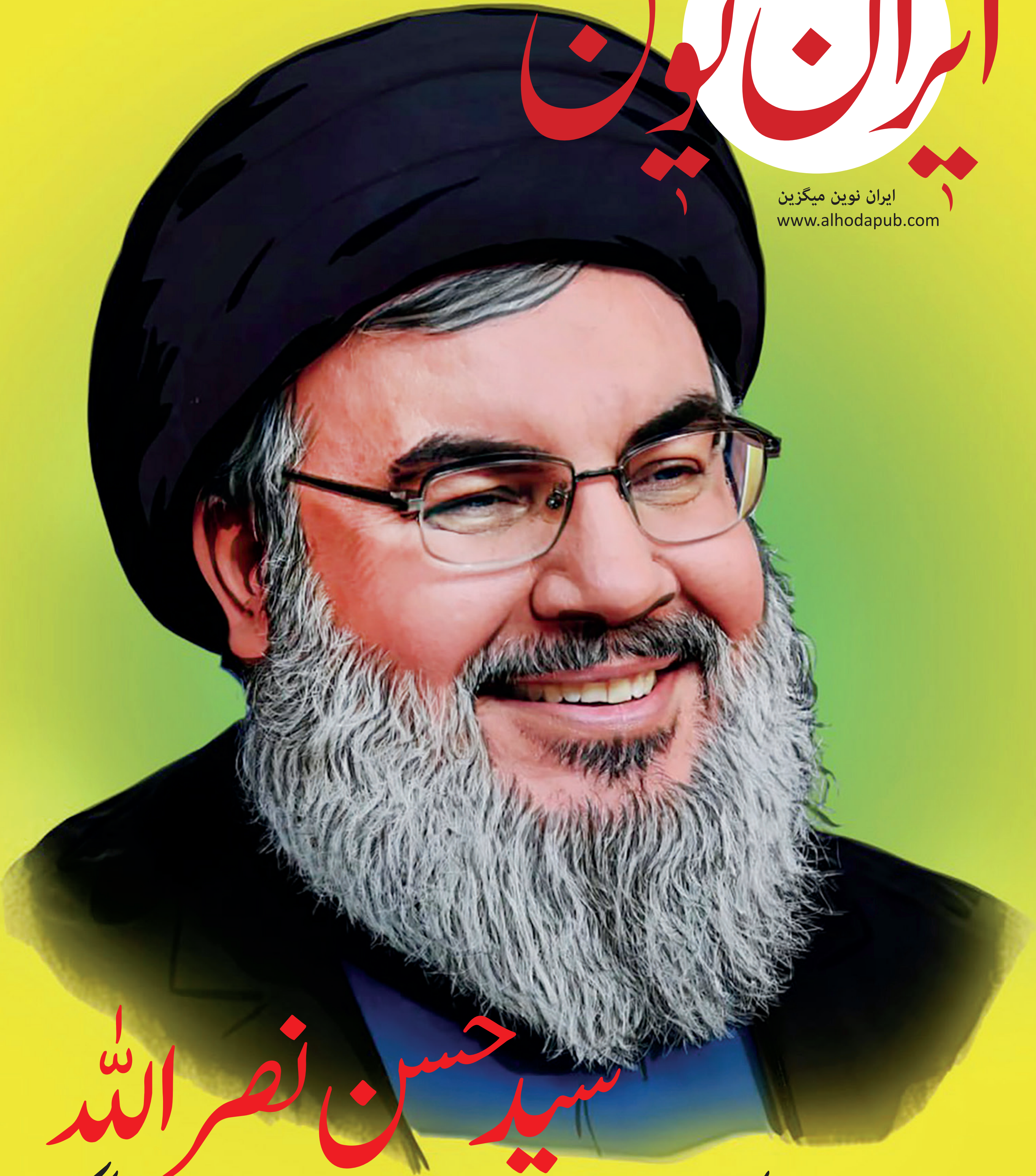

سید حسن نصر اللہ کا راستہ جاری رہے گا

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيم

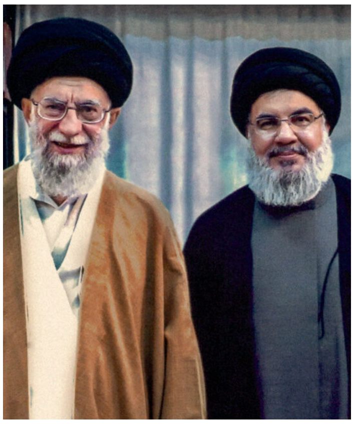

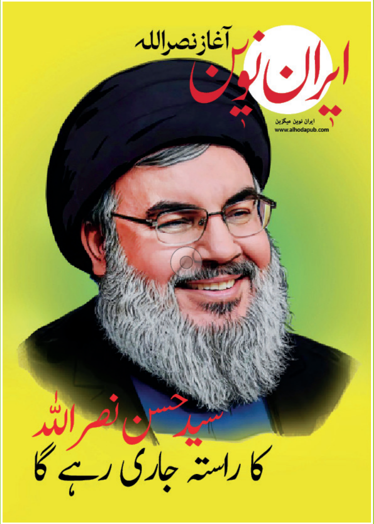

ایران نوین میگزین

مدیراعلیٰ: انجینئر مہدی فیاضی

ایڈیٹر ان چیف: محمد رضا کمیلی

مدیرنشر و اشاعت: مریم حمزہ لو

پروڈکشن اسسٹنٹ و مترجم:

سید قائم مہدی نقوی

علمی نظارت: ڈاکٹر جواد حیدر ہاشمی

نظرثانی: سید سجاد حسین حسینی

بتعاون: الہدیٰ انٹرنیشنل پبلیکیشنز

ڈیزائنگ: امید بہزادی

ہیئت تحریریہ:

محمد مہدی ایمانی پور، محسن پاک

آیین محسن الویری، ڈاکٹر جہان تیغی،

شعیب بہمن، ڈاکٹر حبیب اللہ بابائی،

احمد رہدار، عنیزہ عابد حسین، حجۃ

الاسلام والمسلمین ڈاکٹر سید شفقت حسین

شیرازی، ڈاکٹر صابر ابو مریم

حزب اللہ لبنان کے سیکرٹری جنرل شہید جناب سید حسن نصر اللہ "رضوان اللہ علیہ" کی شہادت کے موقع پر تعزیتی پیغام ۴

سید حسن نصراللہ کی شہادت پر ایرانی صدر پزشکیان کا پیغام: دنیا یہ نہ بھولے کہ اس دہشت گردانہ حملے کا حکم نیویارک سے جاری ہوا تھا۔ ۶

سید حسن نصر اللہ کی شہادت پر ایران کی وزارت خارجہ کا بیان ۸

سید مقاومت کے فراق میں ۱۰

سید حسن نصراللہ کا راستہ جاری رہے گا ۱۲

جدید اسلامی تہذیب کی شناخت میں سید مقاوم کا کردار ۱۴

صیہونیوں کی سب سے بڑی غلطی ۱۷

سوانح حیات سید حسن نصراللہ ۱۸

نصراللہ کی شہادت سے صیہونیوں نے کون سا نیا نظام قائم کیا؟ ۲۲

ریڈ لائن سے تجاوز؛ اسرائیل اپنی بقا کے لیے کچھ بھی کرے گا۔ ۲۴

شہداء سر ۲۵

مزاحمت کی بحث پر تہذیبی نقطہ نظر(طرز عمل) ۲۸

سید مقاومت مطیع رہبر ۳۰

شہید سید حسن نصراللہؒ ایک عہد ساز شخصیت ۳۲

سید حسن نصر اللہ تا ابد زندہ ہیں ۳۵

Advertising Offic:
Magazine of ITF , Tehran
Islamic Republic of Iran
Tel: +9821 88934302
+9821 88934303
Fax: +9821 88902725
Website:
www.alhodapub.com
Email: alhodapub@gmail.com

حزب اللہ لبنان کے سیکرٹری جنرل شہید جناب سید حسن نصر اللہ "رضوان اللہ علیہ" کی شہادت کے موقع پر تعزیتی پیغام

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای نے مقاومت کے عظیم مجاہد اور علمبردار حجت السلام سید حسن نصر اللہ اور حزب اللہ کے بے نظیر حزب اللہ کے بے نظیر قائد کی شہادت پر مقاومتی محاذ اور امت اسلامیہ کو تبریک و تعزیت پیش کرتے ہوئے اور ملک میں پانچ روزہ عوامی سوگ کا اعلان کرتے ہوئے، تاکید کی: سید عزیز نے لبنان میں جو بنیاد رکھی اور مقاومت کے دوسرے مراکز کو بھی ہدایت بخشی، ان کے نہ ہونے سے مقاومت نہ صرف ختم نہ ہوگی بلکہ ان کے لہو اور اس واقعے کے دیگر شہداء کی برکت سے مزید تقویت ملے گی۔ مقاومتی محاذ کی گھسے ہوئے جسم اور زوال پذیر صیہونی رجیم پر مزید شدید ضربیں لگیں گی۔

رہبر انقلاب اسلامی کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے؛

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

انا للہ و انا الیہ راجعون

اے ملت عزیز ایران

عظیم اسلامی امت

مجاہد کبیر، خطے میں مقاومت کے علم بردار، عالم با فضیلت نیز ایک دانا سیاسی رہنما جناب سید حسن نصر اللہ رحمہ اللہ علیہ نے لبنان میں گزشتہ رات کے واقعات میں جام شہادت نوش کیا اور ملکوت اعلی کی طرف کوچ کرگئے۔ سید عزیز مقاومت کو ایک مقدس جدوجہد کے دوران دسیوں سال کے جہاد فی سبیل اللہ اور اس میں پیش

آنے والی تمام تر مشقتوں کا صلہ مل گیا۔ وہ اس وقت شہید ہوئے جب وہ ضاحیۂ بیروت کے بے گھر لوگوں اور ان کے تباہ شدہ گھروں اور لوگوں کے کھوئے ہوئے پیاروں کے دفاع کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جس طرح انہوں نے کئی دہائیوں تک فلسطین کی مظلوم عوام، مقبوضہ شہر اور گاؤں، تباہ شدہ مکانات اور ان کے قتل کیے گئے عزیزوں کے دفاع کے لیے منصوبہ بندی، تدبیر اور جہاد کیا۔ اس تمام جدوجہد کے بعد شہادت کا فضل ان کا مسلم حق تھا۔

عالم اسلام، ایک عظیم شخصیت سے محروم ہوگیا اور مقاومتی محاذ نے ایک شاندار علمبردار کو کھو دیا نیز حزب اللہ ایک بے مثال سربراہ سے محروم ہو گئی، لیکن ان کے عشروں پر محیط جہاد و تدبیر کی برکتیں کبھی ضائع نہ ہوں گی۔ سید عزیز نے لبنان میں جو بنیاد رکھی اور مقاومت کے دوسرے مراکز کو بھی ہدایت بخشی، ان کے نہ ہونے سے مقاومت نہ صرف ختم نہ ہوگی بلکہ ان کے لہو اور اس واقعے کے دیگر شہداء کی برکت سے مزید تقویت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مقاومتی محاذ کی گھسے ہوئے جسم اور زوال پذیر صیہونی رجیم پر مزید شدید ضربیں لگیں گی۔ اس حادثے میں غاصب صیہونی رجیم کی فتح نہیں ہوئی ہے۔

سید مقاومت ایک شخص نہ تھے بلکہ وہ ایک راستہ اور ایک مکتب تھے۔ یہ راستہ اسی طرح رواں دواں رہے گا۔ شہید سید عباس موسوی کا خون رایگاں نہ گیا اور نہ ہی شہید سید حسن کا خون رایگاں جائے گا۔

میں سید عزیز کے والد محترم اور محترم اہلیہ کو، جنہوں نے ان سے پہلے اپنے بیٹے سید ہادی کو بھی راہ خدا میں دے دیا، اور ان کے پیارے فرزندوں اور اس حادثے کے شہداء کے اہل خانہ کو، حزب اللہ کے ہر فرد کو، اور لبنان کے عزیز عوام اور اعلیٰ حکام کو اور تمام مزاحمتی محاذ اور پوری امت اسلامیہ کو نصر اللہ عظیم اور ان کے شہید ساتھیوں کی شہادت پر مبارکباد اور تعزیت پیش کرتا ہوں اور اسلامی ایران میں پانچ روزہ عوامی سوگ کا اعلان کرتا ہوں۔ خدا انہیں اپنے اولیاء کے ساتھ محشور فرمائے۔

والسلام علی عباداللہ الصالحین
سیّدعلی خامنه‌ای
۱۴۰۳/۷/۷

سید حسن نصراللہ کی شہادت پر ایرانی صدر پزشکیان کا پیغام:

دنیا یہ نہ بھولے کہ اس دہشت گردانہ حملے کا حکم نیویارک سے جاری ہوا تھا۔

صدر محترم نے کہا: اس طرح ہمیں معلوم ہوا کہ حکم خدا کا ہی ہے۔ الٰہی راستہ کبھی بھی کمانڈر اور رہنما کے بغیر نہیں رہے گا نیز یہ زمین خدا کے نیک بندوں کو وراثت میں ملے گی۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی اور دنیا کے تمام مظلوم اور آزاد لوگوں کو سید حسن نصراللہ کی شہادت پر تبریک اور تعزیت پیش کرتے ہوئے مسعود پزشکیان نے کہا:
عالمی برادری اس بات کو فراموش نہیں کرے گی کہ اس دہشت گردانہ حملے کا حکم نیویارک سے جاری کیا گیا تھا اور امریکی خود کو صیہونیوں کے ساتھ ملوث ہونے سے بری نہیں کر سکتے۔

صدر محترم کے پیغام کا متن حسب ذیل ہے؛
بسم اللہ الرحمن الرحیم

«حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَن نَّشَاءُ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ»

حزب اللہ لبنان کے سکریٹری جنرل، مسلمانوں کا فخر اور

جہاد و مقاومت کے لیئے مثال شہید سید حسن نصر اللہ نے اپنے دیرینہ خواب کو پورا کیا، یعنی شہادت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوئے۔ ان کی بہادری، شجاعت، دلاوری اور مسلسل جدوجہد کو بیان کرنے کے لیے الفاظ قاصر اور حقیر ہیں۔ دنیا کے تمام مظلوموں اور مستضعفین عالم کے دل رنجیدہ ہیں۔ ضاحیہ میں ۲۷ ستمبر کی شام کو صیہونیوں کا دہشت گردانہ حملہ اور مقاومت کی بڑی شخصیات کی عدم موجودگی اور ان کی سربراہی میں(سب سے بڑھ کر) حزب اللہ کے جاوید الاثر سربراہ شہید سید حسن نصر اللہ نے مقاومت کے شجرہ طیبہ کو پہلے سے زیادہ مضبوط بنا دیا۔ تاریخ اسلام میں «سید حسن نصراللہ» کا نام ابد تک روشن رہے گا۔ ہم نے ہمیشہ یہ درس لیا ہے کہ حکم خدا ہی کا ہے۔ الٰہی راستہ کبھی بھی کمانڈر اور رہنما کے بغیر نہ رہے گا نیز یہ زمین خدا کے نیک بندوں کو وراثت میں ملے گی۔ عالمی برادری اس بات کو فراموش نہیں کرے گی کہ اس دہشت گردانہ حملے کا حکم نیویارک سے جاری کیا گیا تھا اور امریکی خود کو صیہونیوں کے ساتھ ملوث ہونے سے بری نہیں کر سکتے۔

میں مجاہد والا مقام شہید سید حسن نصر اللہ کی شہادت پر رہبر معظم انقلاب اسلامی اور دنیا کے تمام مظلوم اور آزاد لوگوں کو تبریک و تعزیت پیش کرتا ہوں۔ حزب اللہ لبنان پہلے سے زیادہ سورج کی طرح چمکے گی نیز اس میں کوئی شک نہیں کہ ظالم کے خلاف لڑنے کا عَلَم زمین پر پڑا نہ رہے گا کیونکہ»إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ»۔

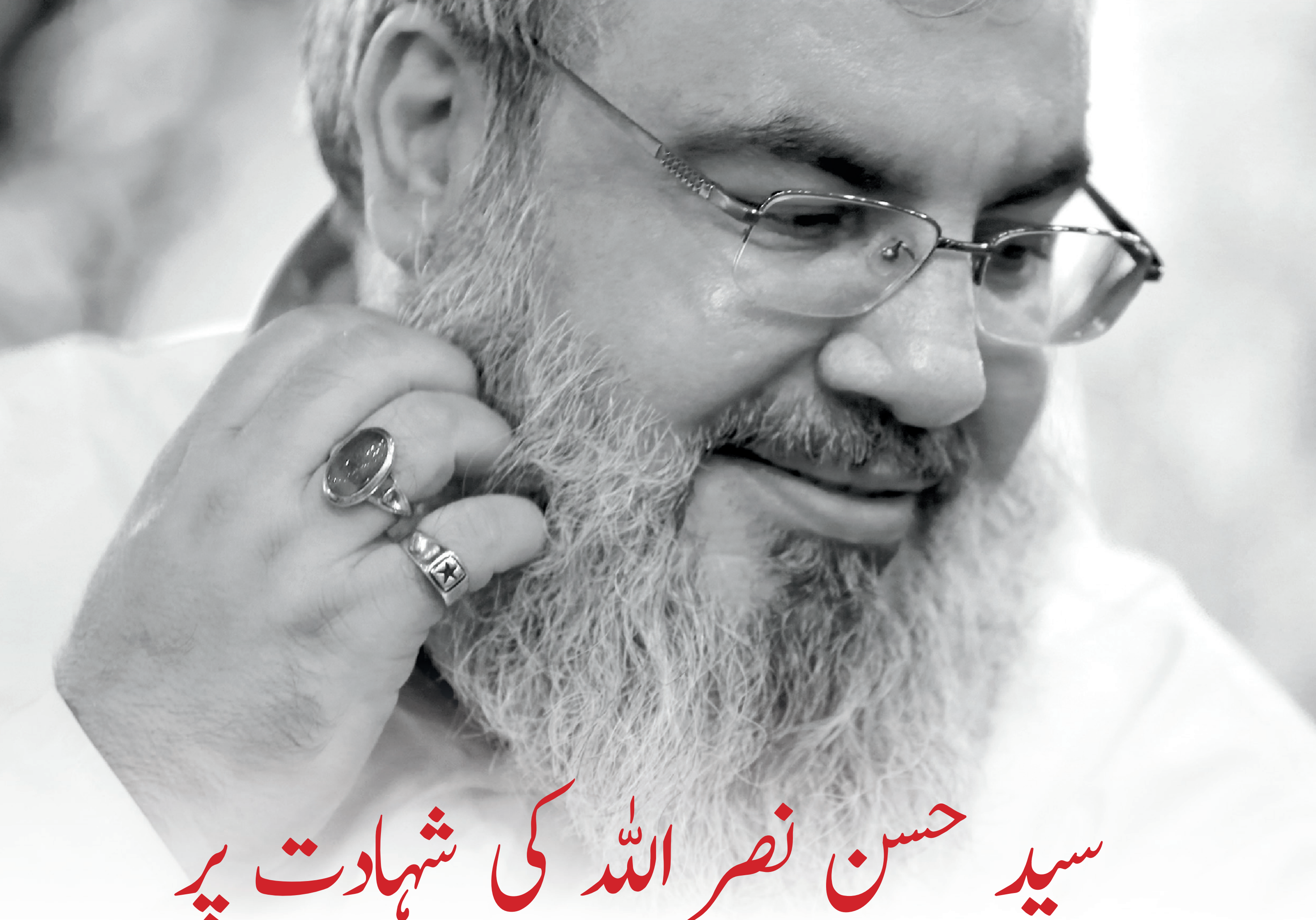

سید حسن نصر اللہ کی شہادت پر ایران کی وزارت خارجہ کا بیان

اسلامی جمہوریہ ایران کی وزارت خارجہ نے صیہونی حکومت کے دہشت گردانہ حملے میں لبنان کی اسلامی مقاومتی تحریک حزب اللہ کے سیکرٹری جنرل سید حسن نصر اللہ کی شہادت کے بعد ایک بیان جاری کیا۔

العالم - ایران

ہفتہ کے روز وزارت خارجہ نے سید حسن نصر اللہ کی شہادت کے حوالے سے ایک بیان میں اعلان کیا کہ: آپ نے اپنی بابرکت زندگی شیاطین کے محاذ اور نور الٰہی کے دشمنوں کے خلاف جدوجہد اور جہاد کی راہ میں گزاری۔ قرآن اور سنت کی پیروی، لبنان اور فلسطین کے مظلوموں کی عالمی استکبار اور صیہونیت کے خلاف حمایت اور دفاع میں آپ کی زندگی گزری۔

وزارت خارجہ کا بیان درج ذیل ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

عزت مآب جناب سید حسن نصر اللہ اسلامی مقاومتی تحریک حزب اللہ ۔ لبنان کے سکریٹری جنرل سچے مجاہدین فی سبیل اللہ میں سے تھے کہ جنھوں نے اپنی بابرکت زندگی شیطانی

محاذ کے خلاف، نورانی و الہی قرآنی تعلیمات، رسول اللّٰہ (ص) اور اہل بیت (ع) کی سیرت کے دشمنوں نیز لبنان و فلسطین کے مظلوموں کی حمایت اور دفاع میں عالمی استکبار اور صیہونیت کے شجرہ خبیثہ کے خلاف جدوجہد اور جہاد میں گزاری اور اس روشن راستے کے اختتام پر وہ انسانیت کے بدترین دشمنوں کے ہاتھوں فلسطین کی آزادی اور قدس عزیز کے اہداف کے دفاع کے لیئے، بے شمار قابل فخر شہداء کے ساتھ جا ملے۔

شہید سید حسن نصر اللہ نے مقاومت کے شہید سید عباس موسوی جیسے ممتاز قائدین کی شاندار راہ کو جاری رکھا نیز ان کی ذہانت اور ذکاوت کے ساتھ جرات و بہادری نے انہیں ایک بصیرت والے رہنما اور ایک بہادر اور دلیر جنگجو میں بدل دیا تھا کہ جس کے ہر عمل نے صیہونی مجرم ٹولے کے مکڑی کے جالے سے گھر کو ہلا کر رکھ دیا اور صیہونی غاصبوں کی پے درپے شکستوں سے دنیا کی مسلمان اور آزاد قوموں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچائی - جنوبی لبنان سے ان کی ذلت آمیز بے دخلی اور پسپائی سے لے کر لبنان میں تینتیس(۳۳) روزہ جنگ میں شرمناک ناکامی تک- اور امت اسلامیہ کے دشمنوں کی مغربی ایشیا کے نقشے کو بدلنے کی سازش کو خاک میں ملا دیا اور صیہونیت اور عالمی استکبار کے خلاف مقاومت کے محاذ کو نئی جان بخشی اور عالم اسلام کا فخر بن گئے۔

وزارت خارجہ اسلامی جمہوریہ ایران، صیہونی رجیم کے جنگی جرائم کے ارتکاب اور لبنان کی ارضی سالمیت کو پامال کرنے کے مجرمانہ اقدام کی شدید مذمت کرتے ہوئے، جرائم میں شریک اور مددگار کی حیثیت سے امریکی حکومت کی ہر قسم کے بین الاقوامی جرائم کے ارتکاب میں صیہونی رجیم کا ساتھی ہونے پر نیز دہشت گردانہ کارروائیوں پر اشارہ کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس وحشیانہ دہشت گردانہ کارروائی کے نتائج مجرم صیہونی حکومت اور اس کے حامیوں اور ان کی سر پرست امریکی رجیم کے لیے ہیں۔

غاصبوں اور جارحین کے خلاف فلسطین اور لبنان اور پورے مغربی ایشیائی خطے میں مقاومت کی فیصلہ کن اور جامع حمایت میں ایران کی حکومت اور عوام کا اصولی اور تزویراتی موقف قبضے کے خاتمے، حق کے حصول، نیز فلسطین اور قدس شریف کے اہداف اور مستقبل کے تعیین تک مضبوطی کے ساتھ جاری رہے گا اور بلا شبہ غیر انسانی اقدامات اور مقاومتی قائدین کو قتل کرنے کے صیہونیوں کے ارادے کی شدت سے، ایرانی حکومت اور عوام کا مظلوموں کی حمایت کا عزم و ارادہ مزید مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔

وزارت خارجہ اسلامیہ جمہوریہ ایران نے اس بات پر تاکید کی ہے کہ صیہونی حکومت کی طرف سے نسل کشی، جنگی جرائم اور عصمت دری سمیت بین الاقوامی جرائم کا ارتکاب، صیہونی حکام اور ان کے حامیوں کی دہشت گردی اور مجرمانہ نوعیت کو ظاہر کرتا ہے اور یہ کبھی سزا سے محروم نہیں رہے گا۔ اس

بنا پر اسلامی جمہوریہ ایران علاقائی اور بین الاقوامی فورمز پر فلسطین اور لبنان کے بہادر عوام کی حمایت کے لیے اپنی تمام سیاسی، سفارتی، قانونی اور بین الاقوامی صلاحیتیں بروئے کار لائے گا اور غاصبوں کو سزا دینے کے لیے فلسطین اور لبنان کے شانہ بشانہ کھڑا رہے گا۔

وزارت خارجہ اسلامیہ جمہوریہ ایران نے سیکرٹری جنرل حزب اللہ لبنان، مقاومتی محاذ کے سید الشہداء سید حسن نصراللہ کی شہادت پر حضرت ولیعصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، اور رہبر معظم انقلاب اسلامی (مد ظلہ العالی) کی خدمت میں نیز امت اسلامیہ، فلسطین و لبنان کی غیور عوام، حزب اللہ لبنان، لبنانی حکومت، اس عظیم شہید کے خاندان، مقاومتی گروپوں اور مقاومتی محور کے تمام اجزاء نیز فلسطین کے اہداف کا دفاع کرنے والی تمام حکومتوں اور ملتوں اور آزادی پسندوں کی خدمت میں تبریک و تسلیت پیش کرتی ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران اس بات پر تاکید کرتا ہے کہ فلسطین، لبنان اور مغربی ایشیائی خطے میں اسلامی مزاحمت کے روشن راستے میں سید حسن نصر اللہ سے لے کر اسماعیل ہنیہ تک بیت المقدس کی آزادی کے دلیر اور شجاع قائدین کی شہادت سے کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی نیز مسلم ممالک اور قومیں پوری طاقت اور قوت کے ساتھ دہشت گرد حملہ آوروں کے خلاف عزت، مقاومت اور جدوجہد کا راستہ جاری رکھیں گے۔

سید مقاومت کے فراق میں

اسلامک کلچر اینڈ کمیونیکیشن آرگنائزیشن کے سربراہ محمد مهدی ایمانی پور

مومنین اور آزاد لوگوں کے دلوں کے سپہ سالار سید مقاومت کی شہادت کے غم سے خطے اور دنیا میں مزاحمتی بحث کے لاتعداد حامیوں میں غم کی لہر دوڑ گئی ہے۔ صیہونی دشمن اور اس کے امریکی حامیوں نے غزہ کی پٹی اور جنوبی لبنان میں اپنے جرائم کے تسلسل میں ایک اور ظلم اور جرم کا ارتکاب کیا اور دنیا کے نہ ختم ہونے والے غصے کو اپنے گھناؤنے وجود کا بدلہ لینے پر مجبور کردیا۔ لیکن جو چیز مزاحمت کے قائد کی جدائی کو برداشت کرنا آسان بناتی ہے، وہ خدائی استقامت اور روایات ہیں جن پر مزاحمت کی گفتگو کی بنیاد ہے اور انہی اصولوں کی بنیاد پر اپنی صالح زندگی کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس سلسلے میں

چند نکات ایسے ہیں جنہیں آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا: پیدائش اور نشوونما: مزاحمت اور اس کے توابع کی مقدس بحث کی دو اندرونی خصوصیات ہیں۔ یہ دونوں خصوصیات، جبر اور ظلم کے خلاف مزاحمت کی بنیادوں، اصولوں اور انداز کی طرف پلٹتی ہیں نیز ان افراد اور کمانڈروں کی طرف پلٹتی ہیں جو اس پیدائش اور نشوونما کے مظہر ہیں۔ یہاں، اقدار مثالوں پر غالب ہیں: اس معنی میں کہ مزاحمت کے اصول اور بحث کرنے والے اجزا اس نظام کے لیڈروں کو اعتبار اور معنی دیتے ہیں۔ لہذا، مزاحمتی کمانڈروں کی شہادت سے (جو یقیناً متاثر کن ہے)، یہ اصول اور اقدار کبھی ضائع نہیں ہوں گے۔ اس سے آگے مزاحمت کے کمانڈروں اور قائدین کی شہادتوں سے مزاحمتی محاذ میں ان کی روحانی زندگی ایک نئے مرحلے میں داخل ہوتی ہے۔ واضح الفاظ میں، شہید سید حسن نصر اللہ کی روحانی قیادت لبنان کی اسلامی مزاحمت اور تحریک مزاحمت کے نظام پر پوری قوت سے برقرار ہے۔ اب تک کئی بار یہ کہا جا چکا ہے کہ شہداء مقاومت اگر ظلم اور قبضے کے خلاف میدان میں زیادہ کارگر نہ ہوں تو وہ اپنی بابرکت زندگیوں میں کم کارگر ثابت نہ ہوں گے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اس عمومی اصول کو وقت کے ساتھ قائم کیا جائے۔ سنہ ۱۹۹۲ میں جب لبنان میں حزب اللہ کے سابق سیکرٹری والا مقام شہید جناب سید عباس موسوی صیہونی جنگی جہازوں کی بمباری کے سبب شہادت کے عظیم درجہ پر فائز ہو گئے تو مزاحمتی محاذ کے بہت سے مداح جو ابھی تک اس محاذ اور اس پر حاکم بحث کے روحانی تعلقات کا جامع ادراک نہیں رکھتے تھے وہ صیہونی دشمن اور اس کے مغربی حامیوں کے خلاف لڑائی کے مستقبل کے بارے میں فکر مند نظر آتے تھے۔ تاہم، عزم و ہمت اور ساتھ ہی ہمدردی اور سکون سے بھرا ایک وجود، جو صیہونی دشمن کے ساتھ مسلسل جنگ کے میدان میں مبارک آیت «اشداء علی الکفار رحماء بینھم» کی تفسیر تھا، نورانی ہوگیا اور اب سید مقاومت نے پوری اطمینان اور ذمہ داری کے ساتھ مقاومت کا پرچم تھام لیا۔ اب، تقریباً تین دہائیوں کے بعد، سید مقاومت جبر اور غاصبوں کے خلاف جدوجہد کا پرچم اپنے جانشین کے حوالے کریں گا تاکہ ہم مزاحمتی محاذ میں تازہ جنم اور نشوونما کا مشاہدہ کر سکیں۔ یہ سلسلہ غاصب صیہونی دشمن پر حتمی فتح تک جاری رہے گا۔
آخری نکتہ مزاحمتی گفتگو کی نوعیت کے حوالے سے «اجتماعی بیداری» کے عمل کی تشکیل میں شہید سید حسن نصر اللہ جیسے کمانڈروں اور قائدین کے کردار کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مزاحمتی محاذ کے سید شہداء سردار قاسم سلیمانی کی شہادت کے وقت «امریکہ اور صیہونی رژیم کے جرائم پر عالمی توجہ» نے خطے کی نوعیت اور موجودہ تعلقات کو زیر غور لاتے ہوئے دنیا کے کئی ممالک کے لوگوں کی نظر میں موضوع مزاحمت کی حقانیت کو ثابت کیا۔ چنانچہ ہم فلسطینی قوم کے دفاع کے لیے ۵ براعظموں کی اقوام کے بڑے پیمانے پر اٹھنے والی صداؤں میں اس اجتماعی شعور کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ بلاشبہ سید مقاومت کی شہادت خطے اور دنیا کے بہت سے سوئے ہوئے ذہنوں کو ان سچائیوں سے آشنا کر دے گی جن کا سامنا کرنے کا انہیں اب تک موقع نہیں ملا۔ اس عالمی بیداری کا ثمر دہشت گرد اور ناجائز صیہونی رجیم کے زوال اور تباہی میں تیزی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔۔۔

سید حسن نصراللہ کا راستہ جاری رہے گا

محسن پاک آیین
سفارت کار اور سینئر بین الاقوامی تجزیہ نگار

امریکہ کی حمایت، عالمی اسمبلیوں کی خاموشی اور سلامتی کونسل کی نااہلی سے صیہونی رجیم اپنے جرائم کو جاری رکھے ہوئے ہے اور اپنے آخری جرائم میں سے ایک میں، اس نے صیہونیت کے خلاف مقاومت کے علمبردار، حزب اللہ لبنان کے سربراہ سید حسن نصر اللہ کو شہید کر دیا۔ چنانچہ حزب اللہ نے جہاد اور شہادت کے راستے کو جاری رکھنے کا عزم کیا ہے اور عملی طور پر ثابت کیا ہے کہ صیہونی رجیم کے جرائم اور نسل کشی کا تسلسل یقینی طور پر اس رجیم کی تباہی کا باعث بنے گا۔

اس سلسلے میں درج ذیل نکات پر توجہ دینا ضروری ہے؛

۱. حزب اللہ لبنان، صیہونی حکومت کے خلاف لڑنے کے لیے ایک طاقتور فوجی طاقت سمجھے جانے کے ساتھ ساتھ، لبنان کے سیاسی نظام میں لبنانی عوام کے ساتھ ایک مقام رکھتی

ہے۔ حزب اللہ صیہونی حکومت کے خلاف لڑنے میں کامیاب ہوئی چنانچہ لبنان کو اس رجیم سے چھٹکارا دلایا نیز اسرائیل نے لبنان پر قبضہ کرنے کی سوچ چھوڑ دی۔ مستقبل میں حزب اللہ کی موجودگی سے لبنان کی جنوبی سرحدیں یقینی طور پر محفوظ رہیں گی اور صیہونی حکومت کو اس علاقے سے لبنانی عوام پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لبنان کی عوام اور حکومت، صیہونی دشمن کے مقابلے میں حزب اللہ لبنان کی حمایت بھی اپنی زمہ داری سمجھتے ہیں۔ جس طرح سید حسن نصراللہ کو انکے برادر شہید سابق جنرل سیکرٹری حزب اللہ سید عباس موسوی سے مقاومت کا پرچم ملا، یہ پرچم یقیناً سید حسن نصراللہ کے بعد آنے والے شخص کو تھمایا جائے گا اور انشاء اللہ سید حسن نصر اللہ کے پیروکار صیہونی رجیم کی نابودی تک انکا راستہ جاری رکھیں گے۔

۲. رہبر معظم انقلاب اسلامی ایران آیت اللہ خامنہ ای کا یہ حکم کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو صیہونی رجیم کے خلاف کھڑا ہونا چاہیئے، یہ ایک قرآنی اصول ہے۔ اور وہ تمام لوگ جو باطل کے خلاف لڑنا چاہتے ہیں، ان کو اصول پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ مسلمانان عالم اور اسلامی ممالک کو اپنے تمام ممکنہ وسائل کے ساتھ صیہونی حکومت کے خلاف متحرک ہو جانا چاہیئے نیز قدس کی آزادی تک یہ جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے۔ یہ عالمی تحریک اسرائیل کے خلاف کئی طریقوں سے ہو سکتی ہے۔ سب سے پہلے مسلم ممالک کو اس مجرم حکومت سے اپنے معاشی تعلقات منقطع کرنے چاہئیں۔ بدقسمتی سے صیہونی حکومت کو تیل بیچ کر بعض مسلم ممالک فلسطین کے بے گھر لوگوں کے خلاف مزید جرائم میں اس رجیم کی مدد کر رہے ہیں۔ اسلامی ممالک جان لیں کہ مسلمانوں کے قبلہ اول پر قابض اسرائیل کبھی بھی مسلمانوں کا دوست شمار نہیں ہوسکتا ۔

۳. اسرائیل فضائی حملوں سے بے گناہ لوگوں کو خون میں ضرور نہلا سکتا ہے، مگر یہ اس رجیم کے لیے اعزاز کی بات نہیں ہے۔ جیت یہ ہے کہ میدان جنگ میں اسرائیل کے پاس کہنے کے لیے کچھ ہو کہ جس بات سے اب تک قاصر رہا ہے۔ نیز وہ حماس کو تباہ کرنے اور دیگر فلسطینی گروہوں کو غیر مسلح کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا، اور نہ ہی حزب اللہ کو شکست دے سکا ہے۔ لہذا مقاومت کا راستہ آخری فتح تک جاری رہے گا اور آخر کار جیسا کہ اسلامی جمہوریہ ایران نے تجویز پیش کی ہے، مقبوضہ علاقوں میں مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کی موجودگی کے ساتھ ریفرنڈم کا انعقاد کیا گیا ہے اور مقبوضہ علاقوں کے عوام کی تقدیر انہی کے ذریعے طے کی جائے گی اور صیہونی نظام کا قلع قمع کیا جائے گا۔

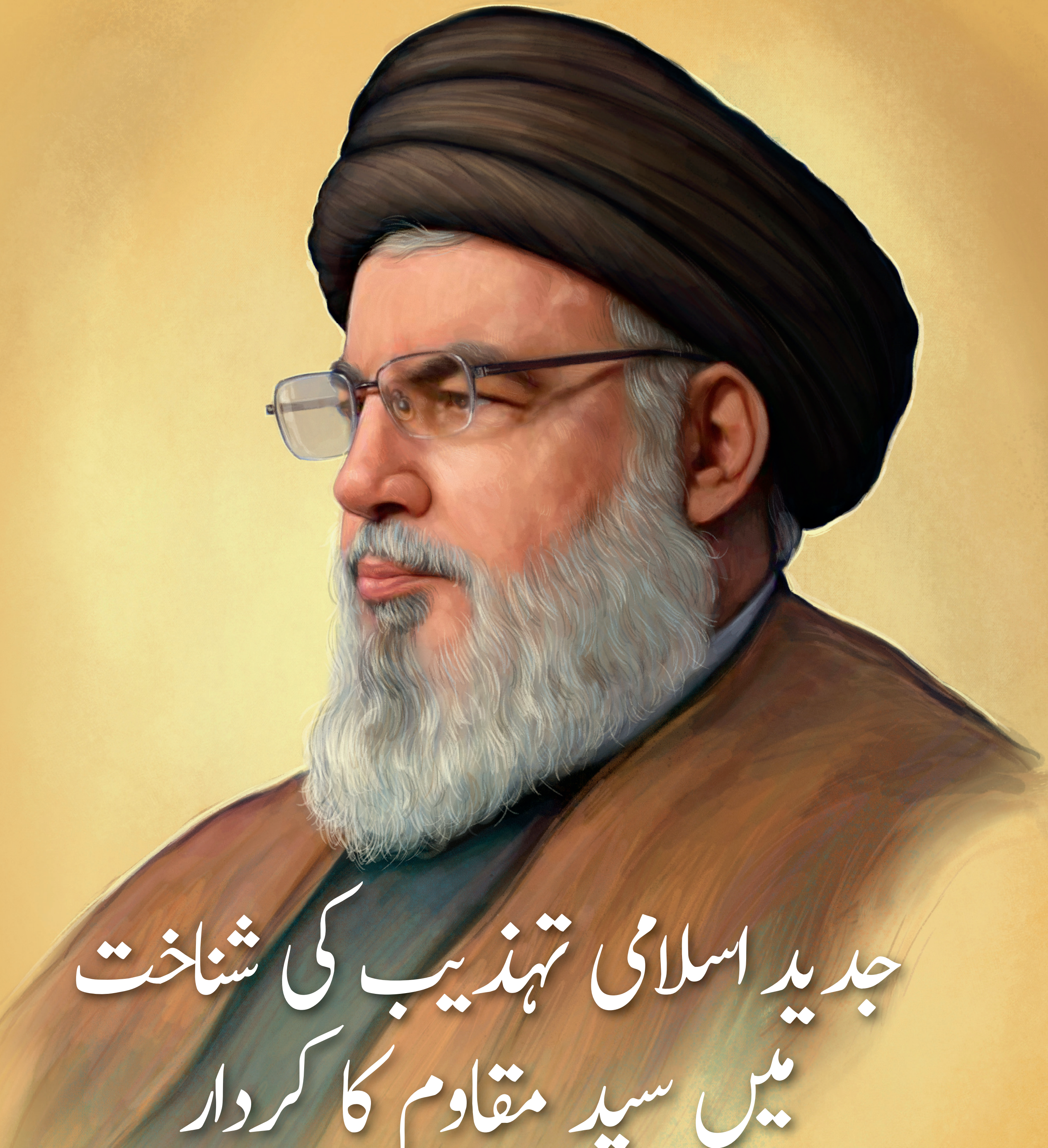

جدید اسلامی تہذیب کی شناخت میں سید مقاوم کا کردار

محسن الویری
باقر العلوم علیہ السلام یونیورسٹی

کسی بھی تہذیب کو شناخت دینے والے اجزاء میں سے ایک وہ اقدار ہیں جو اس تہذیب کے تمام پہلوؤں اور اطراف کو متاثر کرتے ہیں اورخاص طور پر اس کے نظریات و عقائد کو متاثر کرتے ہے۔ ان اقدار کو زندہ رکھنے میں بنیادی کردار ان مجاہدوں، جانثاروں اور اپنی جان نچھاور کرنے والی شخصیات کا ہے کہ جنہیں شاید اس تہذیب سے فائدہ اٹھانے والے حتی آنے والے دور میں اس تہذیب کی نامور شخصیات بھی ان سے واقف نہ ہوں۔ لیکن اس سے واقف و آگاہ نہ ہونا حقیقت کو تبدیل نہیں کرتا ہے۔ مثال کے طور پر مدینہ میں اسلامی ریاست کا قیام،

جس کو اسلامی تہذیب کی ابتداء کا پہلا بیج سمجھا جاتا ہے ان شہیدوں کے خون کا ثمر ہے جو بدر، احد ، حدیبیہ، احزاب، فتح مکہ، حنین اور تبوک کےغزوات میں اپنے عقیدے کیلئے کھڑے ہوئے اور اپنی جانوں کو قربان کردیا تاکہ تہذیبی اقدار معاشرے میں جڑ پکڑ سکیں اور یہ ان کا خون ہی تھا جس نے اسلامی تہذیب کی بنیادوں کو مضبوط بنایا۔ لیکن دوسری صدی ہجری سے لیکر اب تک کتنے مسلمانوں کو ان شہیدوں کا نام معلوم تھا؟کیا مسلمان چند خاص شہیدوں جیسے سید الشہداء جناب حمزہ اور جناب جعفر بن ابو طالب کے علاوہ دوسرے شہیدوں کا نام جانتے تھے؟یا ان برجستہ شہداء کی زندگی اور ان کے اخلاق اور ان کی جد و جہد کے بارے میں کتنی صحیح معلومات تھیں؟ بلاشبہ اس کا جواب نفی میں ہے لیکن کیا یہ علم کی کمی، ان اقدار کو قائم کرنے میں ان مجاہد رہنماؤں کے کردار کی حقیقت جو اسلامی تہذیب کو پروان چڑھانے کا باعث بنی، ختم کر سکی۔ ایک بار پھر جواب منفی ہے۔ عالم اسلام میں پچھلی ایک دو صدیوں کے شہداء اسی طرح ہیں۔ شاید انہیں کوئی نہ پہچانتا ہو اور ان کے نام زبانوں پر نہ ہوں یا شاید ان کے ناموں کے بارے میں امت اسلامیہ کے افراد کا علم کم ہو۔ لیکن اس میں سے کچھ بھی جدید اسلامی تہذیب کے اقدار کو قائم کرنے میں ان عظیم شہیدوں کے عینی و واضح کردار کو ختم نہیں کرسکتا ہے۔

قابل فخر اور خطےمیں مقاومت کا چمکتا چہرہ شہید سید حسن نصر اللہ جو بلاشبہ عصر حاضر میں عرب دنیا اور عالم اسلام کی مقبول ترین شخصیات میں سے ایک ہیں۔ چاہے دوسروں کو معلوم ہو یا نہ ہو، چاہے قبول کریں یا نہ کریں، چاہے دوسرے بولیں یا اپنے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگا دیں، چاہے دوسرے پسند کریں یا نہ کریں، چاہے دوسرے ان کے فیصلہ کن اقدامات کے بارے میں کافی تجزیہ اور علم رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں۔ ان اقدار کو قائم کرنے میں ان کا نہایت اہم کردار تھا جس کے بغیر جدید اسلامی تہذیب اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہوسکتی اور بلند مقام حاصل نہیں کرسکتی۔ اس عظیم شہید اور ان کے ساتھیوں نے جو کہ نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۱۲۱ «هِيجُوا إِلَى الْجِهَادِ فَوَلِهُوا وَلَهَ اللِّقَاحِ إِلَى أَوْلَادِهَا» ترجمہ: جہاد کیلئے انہیں ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے جیسے دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف، کے مصداق ہیں مغربی تہذیب کی گندگی یعنی نجس و خبیث اور وحشی اسرائیل کے ساتھ امت اسلامی کی سب سے اہم اور فیصلہ کن جنگ میں بنیادی ترین اقدار جیسے میدان جنگ میں اللہ پر یقین، خود اعتمادی اور اپنی جان کی قربانی جیسے اقدار پیش کرنے میں کامیاب رہے۔ یہ بلند پایہ شہید

جس کو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے اس جملہ کے ذیل میں بیان کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے مالک اشتر کے غم میں فرمایا: «فإن موته من مصائب الدهر» ترجمہ: بے شک اس کی موت بڑا سانحہ ہے۔(الغارات، ج ۱، ص ۲۶۴)، اور «لو کان جبلا لکان فندا و لو کان حجرا لکان صلدا» (الغارات، ج ۱، ص ۲۶۵) ترجمہ:(اگر ہم اسے پہاڑ مانیں تو وہ ایک منفرد پہاڑ تھا اور اگر ہم اسے چٹان مانیں تو وہ مضبوط اور مستحکم چٹان تھا،) اسلامی امت کے اہداف کی کامیابی کیلئے ثابت قدمی سے کھڑا رہا۔

اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ تاریخ کا کوئی دور بھی عظیم مصائب، تلخ شکستوں اور میٹھی فتوحات سے خالی نہیں ہوتا، لیکن ناکامیوں اور کامیابیوں کو تھوڑے عرصے میں ناپنا گمراہی کا سبب ہے، یہ وسط مدتی ادوار ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ جنگ احزاب میں کافروں نے مومنین پر اوپر اور نیچے سے حملہ کیا اور آنکھیں کھلی رہ گئیں اور دل حلق میں آنے لگے (احزاب (۱۰) چنانچہ کون کامیاب ہوا نیز اسی طرح طویل المدت دور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ محرم، ۶۱ ہجری میں فاتح میدان کون تھا؟

تاریخ گواہ ہے کہ کبھی بھی تلخ حادثات کے وقوع کے لمحات نے بنی نوع انسان کی تقدیر نہیں لکھی اگر اس کے علاوہ ہوتا تو حق و باطل کی معرکہ آرائی کی تاریخ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ساتھ ہی ختم ہو جانی چاہیے تھی۔

شہادت کے سکے کا دوسرا رخ اس کی حیات ہے۔ شہادت کے سکے کا ایک رخ اگر شہداء کے جسد خاکی کو عوام کی دید سے ناپید کردیتا ہے تو دوسرا رخ شہادت کی موروثی خصوصیات اور شہید کی بقا ہے جس کی گواہی قرآن نے سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵۴ اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۹ میں دی ہے۔ معاشرے کے جسم میں ایک نئی روح پھونکنے کا مطلب پوشیدہ اقدار کو آشکار کرنا اور مقصد کی طرف صحیح راستے کے تسلسل کو یقینی بنانا ہے۔ تاریخ انسانی اور تاریخ اسلام نے اس سلسلے میں ہمیں بے شمار مثالیں پیش کی ہیں۔

جس طرح ہیرو قوموں کی افسانوی اور نیم افسانوی تاریخ میں شناخت کا کردار ادا کرتے ہیں اسی طرح امت اسلامی میں سید حسن نصر اللہ جیسے ہیرو بھی جدید اسلامی تمدن کی شناخت ہیں۔

اللہ تعالٰی کے وعدے کے مطابق، سید مقاومت کے جانے کی تلخی باقی نہیں رہے گی، نیز غلیظ، بدکردار اور خبیث یزیدی اسرائیلیوں کے تالو ان کے گمان سے بھی جلد ان کے کرتوتوں کے زہر سے بھر جائیں گے۔اللہ تعالٰی، فرشتے،اولیاء اللہ، خدا کے نیک بندے اور سب راستباز لوگوں کی ابدی نفرین ان کو کچرے کے ڈھیر تک بدرقہ کرے گی۔

یہ عظیم کام مصنفین، محققین اور فنکاروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ سید مقاومت کے ہموار کردہ راستے کو زندہ رکھنے کے لیے ہر ممکنہ کوشش کریں۔ سید مقاومت کی شہادت کے مہلک زخم سے ہمارے دل رنجیدہ ہیں نیز یہ دکھ حسرت کا لبادہ اوڑھے ہمارے دلوں پر بوجھ بنا ہماری آنکھوں سے بہہ رہا ہے۔ لیکن ہم ماضی سے زیادہ پر امید مستقبل پر نظر جمائے ہوئے ہیں تاہم ہم اپنے دلوں میں کمزوری نہیں آنے دیتے اور نہ ہی ہم اپنے قدموں کی رفتار میں سستی پیدا ہونے دیتے ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ «ابتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ» کے وقت اور «زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا» (احزاب ۱۱ سے اقتباس) کی مہم کے دوران حتی یہاں تک کہ ایسے وقتوں میں جب «وَتَظُنُّونَ باللهِ الظُّنُونَا» کی سرگوشیاں ہمارے کانوں کو تکلیف دیتی تھیں، ہمیں چاہیئے کہ «اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ» کو سامنے رکھتے ہوئے «جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا» (احزاب ۹ سے اقتباس) پر یقین رکھیں۔

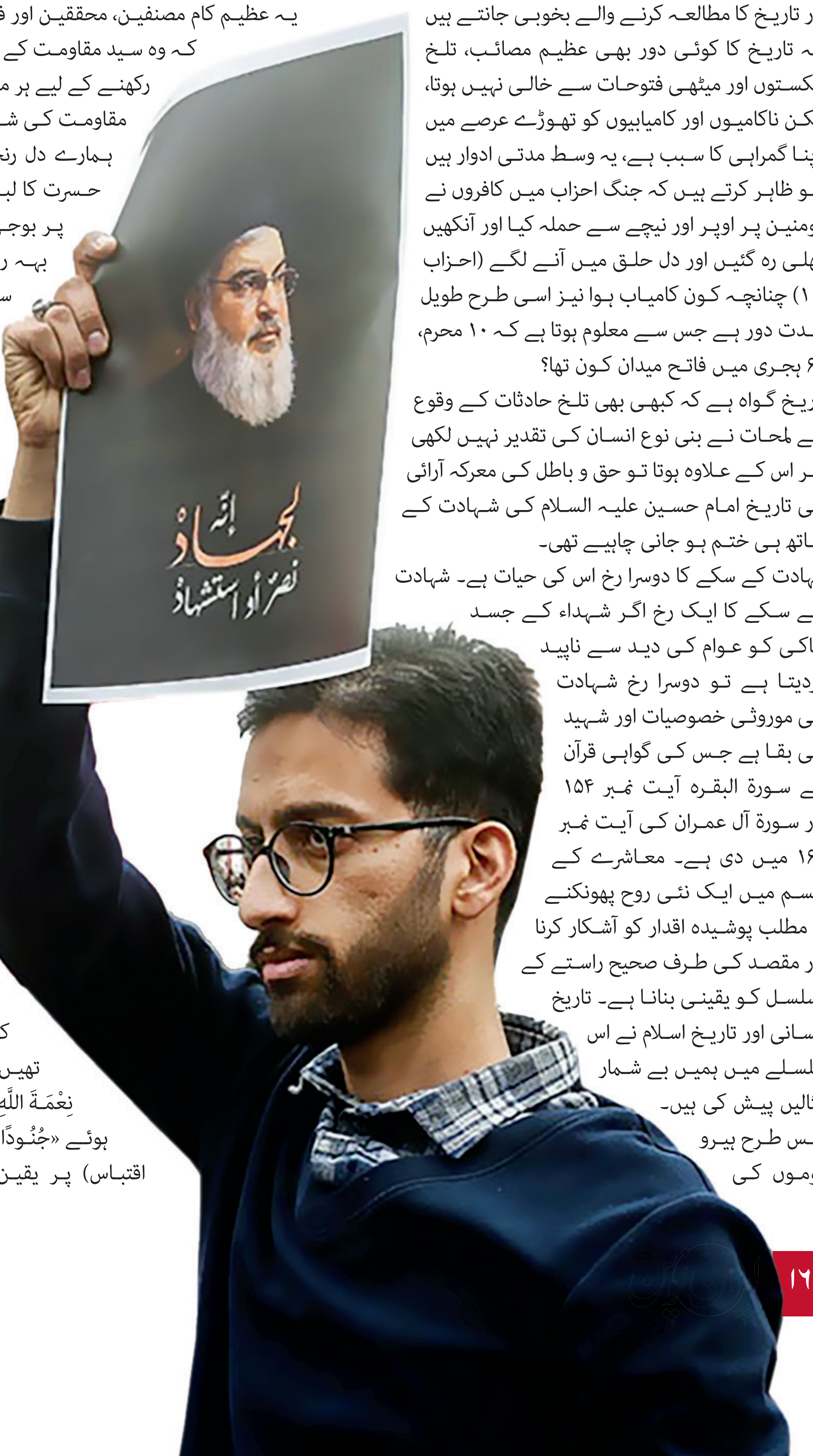

صیہونیوں کی سب سے بڑی غلطی

افریقی اور مغربی ایشیائی مسائل کے ماہر جعفر قنادباشی کا زبانی بیان

صیہونیوں نے بے وقوفی کے ساتھ پارٹی کے معزز اور آزاد سیکرٹری جنرل کو شہید کر کے اپنی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔ یہ غلطی فطری طور پر انہیں جہنم کے دروازے اور پاتال کے اس کنارے تک لے جا سکتی ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صیہونیوں نے اس وقت حزب اللہ لبنان کے سکریٹری جنرل سید حسن نصر اللہ کو شہید کیا ہے کہ جب ان کی مقبولیت اپنے عروج پر تھی۔ یقیناً اس مقبولیت کی وجوہات ہیں۔ انہوں نے فلسطینی بھائیوں اور بہنوں کا ساتھ دینے اور ایثار و قربانی کے میدان میں آنے کی وجہ سے کافی مقبولیت حاصل کی تھی۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ انہوں نے ۱۱ ماہ تک جنگ کی زندگی کو برداشت کیا اور فلسطینی بھائیوں کے خلاف صیہونی افواج کے تشدد کو ہر ممکن حد تک کم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ انہیں اس وقت شہید کیا گیا جب وہ فلسطینی عوام کے لیے اپنی قربانی اور حمایت کی وجہ سے دنیا کی مقبول ترین شخصیات میں سے ایک تھے۔ دوسری جانب صیہونی رجیم نے بے وقوفی کے ساتھ انہیں ایسی حالت میں شہید کیا کہ جب پوری دنیا اس رجیم پر غضب ناک تھی۔ اب صیہونی رجیم خطے اور دنیا کی سب سے نفرت انگیز رجیم بن چکی ہے۔ صیہونی حکومت کے اس دہشت گردانہ اقدام سے عوام میں ان کے خلاف نفرت بڑھے گی اور یہی چیز مغربی ایشیائی خطے سے صیہونی پٹیشن کو دور کردے گی۔

سوانح حیات

سید حسن نصر اللہ

سید حسن نصراللہ ۳۱ اگست ۱۹۶۰ کو جنوبی لبنان کے مشرقی صور کے البازوریہ کے غریب محلے میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام «مھدیہ صفی الدین» اور ان کے والد گرامی کا نام «سید عبدالکریم» ہے۔ سید حسن نصر اللہ کے بچپن میں ان کے والد کی سبزی اور پھلوں کی دکان تھی۔ ان کے تین بھائی اور پانچ بہنیں ہیں اور سید حسن نصر اللہ گھر کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ معاشی غربت اور کام کے نامساعد حالات کی وجہ سے ان کی فیملی نے بیروت کے جنوب میں واقع علاقے الکرنتینا میں نقل مکانی کرلی۔ سنہ ۱۹۷۵ میں لبنان میں خانہ جنگی کے آغاز ہوتے ہی سید حسن کی فیملی واپس البازوریہ آگئی ۔

تعلیم

سید حسن نصر اللہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر میں حاصل کی اور مڈل اسکول بیروت کے مشرق میں سن الفیل نامی محلے میں گزارا۔ انہوں نے لبنان کے جنوب میں البازوریہ گاؤں میں ہائی اسکول کی تعلیم مکمل کی اور ۱۹۷۶ میں ۱۶ سال کی عمر میں وہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے عراق کے شہر نجف چلے گئے، اور اس شہر میں ۲ سال قیام اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ دوبارہ لبنان واپس آئے اور بعلبک کے مدرسہ الامام منتظر میں دینی علوم کا حصول کرنے لگے۔ نجف جانے اور دینی علوم سیکھنے کے لیے ان کا اصل محرک سید محمد غروی، شہر صور کے امام جمعہ تھے۔ ۱۹۸۹ میں نصراللہ دینی علوم کی تکمیل کے لیے قم گئے لیکن ایک سال بعد لبنان میں کشیدگی کی شدت کے باعث وہ حزب اللہ کی شورا کی درخواست پر بیروت واپس آگئے۔

لبنان میں امام خمینی (رح) کے نمائندہ

نصراللہ نے ہائی اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد، لبنان کی خانہ جنگی کے آغاز کے ساتھ ہی تحریک امل میں شمولیت اختیار کرلی نیز البازوریہ گاؤں میں شیعہ امل تحریک کے تنظیمی مسئول کے طور پر مصروف عمل ہوگئے۔ مدرسہ الامام منتظر میں حصول تعلیم کے دوران ہی وہ تحریک امل میں تنظیمی سرگرمیوں میں بھی مصروف تھے اور اسی دوران اس کے سیاسی دفتر کے رکن منتخب ہوئے۔امام خمینی (رح) سے ۱۳۶۰ میں تہران میں سید حسن نصر اللہ کی ملاقات میں امام خمینی (رح) نے انہیں امور حسبیہ اور لبنان میں وجوہات شرعی کے حصول کے لیے اپنا نمائندہ مقرر کیا۔ سید حسن نصر اللہ کی عمر محض۲۱ برس تھی کہ جب انہیں یہ حکم ملا تاہم وہ حزب اللہ لبنان کے پہلے سربراہ تھے کہ جنہوں نے امام خمینی (رح) سے ایسا حکم دریافت کیا تھا۔

ایران کے ساتھ تعلقات

ایران پر اسرائیل اور اس کے حامیوں کے حملے کی صورت میں حزب اللہ کے ردعمل کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں سید حسن نصر اللہ کے نائب نے کہا: اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ ہمارا رشتہ ایک باپ اور بیٹے کی طرح ہے اور جارحوں کے حملے کی صورت میں ہم ایران کا دفاع کریں گے، چاہے ہمیں اسلامی جمہوریہ کی بقا کے لیے اپنی جان کیوں نہ قربان کرنی پڑے، یہ تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ عالم اسلام کے مفادات کی خاطر ہے۔ وہ اپنی تقاریر اور جلسوں میں حزب اللہ کے لیے ایران کی حمایت کا بارہا ذکر کر چکے ہیں۔ وہ اپنی تقاریر میں ایران کا دفاع کرتے ہیں اور اسے وفاداری کے قانون کی بنیاد پر اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

حزب اللہ

سنہ ۱۹۸۲ میں جنوبی لبنان پر اسرائیلی حملوں اور امام موسیٰ صدر کے اغوا ہونے کے بعد امل تحریک کے قائدین کے درمیان سیاسی و عسکری اختلافات کے سبب سید حسن نے امل تحریک کے بعض دیگر عہدیداروں کے ساتھ مل کر سید عباس موسوی کی قیادت میں (جو ایرانی انقلاب کی طرف رجحان رکھتے تھے) اس تحریک کو ترک کر دیا، جو کہ دراصل حزب اللہ کے قیام کا پیش خیمہ بن گیا۔ اسی سال یعنی سنہ ۱۹۸۲ میں موسوی کی قیادت میں حزب اللہ کا ابتدائی بیج بویا گیا۔

ذمہ داریاں

سید حسن نصر اللہ حزب اللہ کے قیام کے آغاز سے ہی اس میں سرگرم تھے، سنہ ۱۹۸۵ میں انہیں بیروت منتقل اور بھاری ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ نصراللہ کی پہلی سنگین ذمہ داری مقاومتی جوانوں کو تیار کرنا اور فوجی یونٹوں کو قائم کرنا تھا نیز ساتھ ہی وہ لبنانی پارلیمنٹ میں حزب اللہ کے نمائندوں میں سے ایک ابراہیم امین کے نائب تھے۔ سنہ ۱۹۸۷ میں حزب اللہ کی ایگزیکٹو کمیٹی کی تشکیل کے ساتھ ہی نصر اللہ کو کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ ساتھ ہی وہ حزب اللہ کی فیصلہ ساز کونسل میں بھی شامل تھے نیز اس کے ایگزیکٹو مسئول(آفیسر) تھے۔

سیکرٹری جنرل

۱۶ فروری ۱۹۹۲ (۲۷ بہمن ۱۳۷۰) کو اسرائیلی ہیلی کاپٹروں کے ذریعے سید عباس موسوی کی شہادت کے بعد، حسن نصر اللہ کو حزب اللہ کی فیصلہ ساز کونسل کے اتفاق رائے سے حزب اللہ کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔

اسرائیل کے خلاف مہم کی سرگرمیاں

سید حسن نصر اللہ نے حزب اللہ لبنان کی قیادت کے آغاز سے ہی اسرائیل کے خلاف ہجومی موقف اپنایا۔ سنہ ۱۹۹۳ میں حزب اللہ کے جنرل سیکرٹری بننے کے ایک سال بعد، فریقین کے درمیان تنازعہ میں حزب اللہ کے ہاتھوں ۲۶ اسرائیلی فوجی مارے گئے۔ اسرائیل کے خلاف حزب اللہ کی جنگ اسرائیل کو جنوبی لبنان سے پیچھے دھکیلتی رہی۔ سنہ ۱۹۹۷ میں ہلاک ہونے والے اسرائیلی فوجیوں کی تعداد ۴۰ تک پہنچ گئی۔ حالات مشکل ہونے پر اسرائیل سنہ ۲۰۰۰ میں لبنان چھوڑنے پر مجبور ہوگیا۔اسرائیل کو جنوبی لبنان سے باہر نکالنے میں حزب اللہ کی فتح اور ۱۹۹۷ کی جنگ میں نصر اللہ کے بیٹے کی شہادت نے سید حسن نصر اللہ کو جنوبی لبنان میں مقبول بنا دیا۔

نصراللہ کی شہادت سے صیہونیوں نے کون سا نیا نظام قائم کیا؟

ڈاکٹر جہان تیغی
ڈائریکٹر جہان نیوز، نیوز سائٹ

حملے کا حکم دیتے وقت اپنے کمانڈروں کی تصویر شائع کرکے اسرائیلی فوج نے سرکاری طور پر لبنان میں حزب اللہ کے سیکرٹری جنرل حسن نصر اللہ کی قاتلانہ کارروائی کا نام ”نیو آرڈر“ رکھا۔

صیہونی اس بات سے بے خبر ہیں کہ ۱۹۷۹ سے امام خمینی (رح) اور ان کے شاگردوں نے نیا عالمی نظام(new world order)قائم کیا۔ اسلامی انقلاب اتنی بڑی اور بنیادی تبدیلی تھی کہ اس نے دنیا کے سینکڑوں سال پرانے تمام باطل نظاموں کو تہس نہس کر دیا اور دنیا میں ایک نئے نظام کی تشکیل کی بنیاد رکھی جو تقریباً نصف صدی سے دوسرے باطل نظاموں کو زوال پذیر یا ختم کر رہا ہے۔ لیکن بہتر

ہو گا کہ کچھ اصولوں (نظام) کا مختصراً جائزہ لیا جائے جو ایران کی متعدد ممتاز شخصیات کی شہادت سے تشکیل پائے تھے ۔

شہید مطہری کی شہادت کے بعد ایرانی معاشرے میں اسلامی انقلاب کے بنیادی اصولوں کے میدان میں ایک نئی ترتیب قائم ہوئی۔ بہشتی کی شہادت سے اسلامی جمہوریہ ایران کی داخلی سیاست اور ارکان میں ایک نئی ترتیب قائم ہوئی۔ شہید رجائی اور باہنر کی شہادت سے اسلامی جمہوریہ ایران کے طرز حکمرانی میں ایک نئی ترتیب قائم ہوئی۔ ڈاکٹر مصطفیٰ چمران کی شہادت سے مسلط کردہ جنگ میں ایک نئی ترتیب قائم ہوئی۔ حسن باقری کی شہادت سے دفاع مقدس میں انٹیلی جنس کے میدان میں ایک نئی ترتیب قائم ہوئی۔ محمد بروجردی کی شہادت کے ساتھ ہی ایران کے مغربی محاذوں میں ایک نیا نظام تشکیل پایا۔ شہید آوینی کی شہادت سے فن اور سینما کے میدان میں انقلابی بنیادوں پر ایک نئی ترتیب قائم ہوئی۔ سردار طہرانی مقدم کی شہادت کے ساتھ ہی لوگوں میں میزائل کی ترقی کے بارے میں ایک نئی ترتیب قائم ہوئی۔ ایٹمی سائنسدانوں کی شہادت سے ایران میں نئی ٹیکنالوجی کے حصول کا ایک نیا نظام تشکیل پایا۔ حاج قاسم کی شہادت نے ایران میں انقلاب کی ایک نئی ترتیب کو نشان زد کیا۔ آیت اللہ رئیسی کی شہادت نے ایران میں ایگزیکٹو برانچ اور حکومتی اداروں میں خدمات انجام دینے کا ایک نیا نظام تشکیل دیا۔ اسماعیل ہنیہ کی شہادت نے ایران کے اندر اور باہر فلسطین پر مرکوز شیعہ اور سنی اتحاد کا ایک نیا نظام قائم کیا۔ یہ پیشین گوئی کی جارہی ہے کہ سید حسن نصر اللہ کی شہادت مقبوضہ علاقوں کے شمال میں ایک نئی ترتیب قائم کرتے ہوئے پورے خطے کی تقدیر قائم کرے گی۔ یہ شہیدوں کے خون کا اثر ہے اور جب بھی اللہ تعالیٰ دنیا میں اور باطل محاذ کے خلاف کوئی نیا نظام(new world order) پیدا کرنا چاہتا ہے تو عظیم اور برگزیدہ ہستیوں کا خون بہا کر اسے پورا کرتا ہے۔ صیہونی یقیناً اس سنت الہی کے فلسفے کو سمجھنے سے قاصر ہیں لیکن عنقریب ماضی کی طرح اس کے حقیقی نتائج کو خطے اور اپنے اردگرد کے مسلمانوں کی نئی کمیونٹیز میں محسوس کریں گے۔

ریڈ لائن سے تجاوز؛ اسرائیل اپنی بقا کے لیے کچھ بھی کرے گا

شعیب بھمن
تجزیہ کار بین الاقوامی امور

اس بات کا امکان ہے کہ اسرائیل ایران پر حملہ کرے گا۔ بعض ملکی تجزیہ نگاروں کی رائے کے برعکس جو کہتے ہیں کہ امریکہ اور اسرائیل جنگ کو وسعت دینے کی کوئی خواہش نہیں رکھتے، صیہونی رجیم اپنی بقا کے لیے کچھ بھی کرے گی۔ صیہونی رجیم نے تنازع کو ایک نئی سطح پر پہنچا دیا ہے چنانچہ ایران بھی اس معاملے پر غور کرے گا۔ حزب اللہ کے موثر رہنما سید حسن نصر اللہ نے لبنان سے اسرائیلی قابض افواج کو ہٹا کر ان کا قبضہ ختم کرایا، ان کی شہادت لبنان کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا۔ اسرائیل کی کارروائی لبنان کی ریڈ لائن کو کراس کررہی ہے چنانچہ اسے بھرپور جواب ملے گا۔ یہ مسئلہ ایران اور مغربی ایشیائی ممالک کے سیاسی مستقبل کو متاثر کرے گا اور خطے میں مستقبل کے رد عمل سے معاملات بدل سکتے ہیں۔ ایران کو اپنے حساب کتاب میں خیال رکھنا چاہیے کہ اگر لبنان میں اسرائیلی حکومت کو نہ روکا گیا تو اس رجیم کے دہشت گردانہ اقدامات میں مزید اضافہ ہوگا۔

شہداءِ سر

ڈاکٹر حبیب اللہ بابائی
تہذیبی اور سماجی علوم کے تحقیقاتی ادارہ کے سربراہ

اسلام کا تاریخی ماضی(پس منظر)خاص طور پر تشیع کی تاریخ عظیم شہداء اور اعلیٰ رہنماؤں کی شہادتوں سے بھری پڑی ہے جنہیں "شہداء سر "سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ شہدائے سر(ممتاز اور برجستہ شہداء)کی مثال سب سے پہلے اہل بیت علیہم السلام اور معصومین علیہم السلام میں دیکھی جاسکتی ہے جو اسلام اور ملت اسلامیہ کے سربراہ کے طور پر شہید ہوئے اور دوسرا کربلا کے بعد ہونے والے بہت سے قیام جیسے توابین کا قیام، مختار کا قیام، زیدیہ کے قیام، شہید فخ اور نفس زکیہ کے قیام کو دیکھا جا سکتا ہے کہ جو ایک قیام کی سربراہی میں شہید ہوگئے۔ یہ ایسے رہنماء اور لیڈر تھے جو کسی فرد کے سربراہ نہ تھے بلکہ ایک تحریک کے سربراہ تھے اسی وجہ سے تاریخ میں ان کے سر قلم کرنے اور ہر زمانے کے سید الشہداء کو شہید کرنے سے ظلم کے خلاف ایسی خونی تحریکیں ختم نہ ہوسکی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس طرح یہ بے سر خونی تحریکیں جاری رہیں اور مزید شدت اختیار کرتی رہیں۔ اس سوال کے جواب کیلئے تین مختصر نکات کو ذکر کیا جا سکتا ہے۔

رہنماؤں اور قائدین کی شہادت کے بعد بھی اسلامی اور شیعہ تحریکوں کے باقی رہنے کا سبب ،ان کے عقیدے اور ایمان کی جڑوں میں تلاش کرنا چاہیئے اور سب سے اہم زندگی اور موت کے حوالے سے شیعہ کے عقیدہ و نظریہ میں تلاش کرنا چاہیئے۔اہل تشیع کے عقیدے کے مطابق خدا کی راہ میں موت اور شہادت فی سبیل اللہ درحقیقت انتہا نہیں بلکہ ابتدا ہے اور دوسری دنیا میں منتقلی نہیں بلکہ اس موجودہ دنیا میں ایک نئی شروعات ہے۔ کیرکیگارڈ کے مطابق"بادشاہ جب مرتے ہیں تو ان کا کام ختم ہوجاتا ہے اور شہداء جب مرتے ہیں تو درحقیقت ان کے کاموں کا آغاز ہوتا ہے"۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شہادت جتنی بڑی ، جتنی زیادہ بہادرانہ اور جس قدر دردناک ہوگی ، اس کا اثر دنیا میں اتنا ہی گہرا، وسیع اور زیادہ دیرپا ہوگا۔(قرآن میں آیت اضطرار اور استضعاف کا مطالعہ کریں)۔

اس لئے تہذیب و ثقافت کے بعض محققین تہذیب کی تشکیل میں صرف انسانوں کی زندگی کو اہم نہیں سمجھتے بلکہ انسانی اور تہذیبی ترقی میں انکی موت(جیسے سقراط، عیسیٰ مسیح اور حسین بن علی)کو بھی اثرانداز سمجھتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہر انسان بڑی تبدیلیوں میں کردار ادا نہیں کر سکتا ہے بلکہ وہ شخصیات تہذیب کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کر سکتی ہیں جنکی صرف زندگی اثرانداز نہ ہو بلکہ انکی موت بھی معاشرے میں بڑی تبدیلی لانے کے قابل ہو۔

آخر کیوں لیڈروں کی شہادت مقاومتی تحریکوں کی شکست کا سبب بننے کے بجائے مزید مستحکم بننے کا سبب بن جاتی ہیں اور مزید رہنماؤں کو جنگ کیلئے تیار کر دیتی ہے؟ ان نئے جوانوں اور رہنماؤں کے ظاہر ہونے کی ایک بنیادی وجہ شہادت میں پایا جانے والا رول ماڈل (عملی نمونہ)کا عنصر ہے۔ در حقیقت ایک شہید شہادت کے بعد ایک رول ماڈل بلکہ ایک آرزو بن جاتا ہے۔جب شہید ایک رول ماڈل اور آرزو بن جاتا ہے تو عالم اسلام میں قیادت کی سطح پر نئے ارادے متحرک ہوتے ہیں۔ اور یہ نئے بڑے ارادے بڑے مقاصد کیلئے جنم لیتے ہیں۔ شہادت کی آرزو، شہادت کی خواہش، شہادت کی تمنا اور شہید ہونے کا عزم نہ صرف نئے لیڈر پیدا کرتا ہے بلکہ شہادت کے متلاشی افراد کیلئے زندگی اور موت کا نیا فلسفہ بھی پیش کرتا ہے۔شہید شیخ حسین معن(شہید صدر کے شاگردوں میں سے ایک اور عراقی جماعت الدعوۃ کے رہنماء)کا نعرہ تھا کہ "المستمیت لا یموت"مرتے نہیں جو موت کو گلے لگاتے ہیں۔ شیخ محمد مہدی شمس الدین شہادت فی سبیل اللہ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے خدا کی راہ میں مرنے کا ارادہ رکھنے کی تاکید فرماتے تھے اور اس ارادے کو اسلامی امت کے ہر فرد کیلئے ضروری سمجھتے تھے۔شیخ محمد مہدی آصفی بھی شہادت کی خواہش کا ذکر کرتے تھے اور اس قسم کی قلبی خواہش کو اسلام کی عزت اور مضبوطی

کیلئے ضروری و مؤثر جانتے تھے۔ لہذا ظلم و ستم کے خلاف استقامت اور شہادت کا استقبال کرنے کا کلچر مقاومتی قوم کیلئے زندگی، عزت اور شرافت کا باعث ہے جبکہ فنا اور زوال کی بنیادیں مسمار کردیتا ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مقاومت ظاہری تبدیلی کا نام نہیں بلکہ باطنی و اندرونی تبدیلی کا نام ہے۔ مقاومت انسانی جسم سے نہیں بلکہ انسانی روح سے پیدا ہوتی ہے۔اس نقطہ نظر سے مقاومت یعنی ایمان کا میدان میں ہونا مراد ہے۔ ایمان کا میدان میں ہونے سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ ایمان عمل سے جدا نہ ہو بلکہ زندگی میں نئی تعمیری لہریں اور ان کی طرف تیز رفتار حرکت میں ایمان کا مؤثر ہونا ہے۔یہ ایمان (غیب پر ایمان اور غیبی مدد پر ایمان) ایک قسم کی''ایمانی امید''کو سیکولر امید کے مقابل کھڑا کرتا ہے۔سیکولر امید یعنی یہاں اور ابھی(جسے فلسفیانہ ادب میں ''امید وہمی''کہا جاتا ہے)جبکہ امید ایمانی و اسلامی کا مطلب بڑے اور دور دراز افقوں)منزل(کی امیدہے)جسے فلسفیانہ ادب میں ''امید عقلی''سمجھا جا سکتا ہے(۔ مقاومت کا دنیا کے مستقبل اور آخرت پر ایمان باعث بنتا ہے کہ مقاومت ان واقعات اور خلاؤں سے مایوس نہ ہوں اور موجودہ حالات میں مایوسی اور ناامیدی ہونے کے باوجود دنیا کے مستقبل اور آخرت کیلئے پر امید اور متحرک رہیں۔

آخری نکتے کو کچھ حد تک ماضی میں اسلام کے عالمی ہونے میں اور بالخصوص موجودہ زمانے میں اسلام کو دنیا میں مقبول ہونے میں تلاش کرنا چاہیئے۔ آج صرف مقاومت اور امت مقاومت ہی نہیں بلکہ مقاومت کی قیادت بھی عالمی مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔آج مقاومتی لیڈر صرف ایک مخصوص جغرافیہ تک محدود نہیں رہے۔لبنانی قائدین، ایرانی قوم کیلئے مقاومت میں خاص مقام حاصل کر چکے ہیں۔ جس طرح ایرانی قائدین مقاومت میں لبنانی اور عراقی لوگوں کیلئے ایک عملی نمونے کے طور پر ظاہر ہوئے ہیں۔ متنوع اور متعدد قائدین کا وجود البتہ متحد اور متفق،اس میدان میں قیادت کی موت کے امکانات کو ناممکن بنا دیتا ہے۔عالم اسلام میں قیادت کا عالمی سطح پر پہنچنا صرف آج کی ورچوئل اور میڈیا کی دنیا کی وجہ سے نہیں ہے،بلکہ اس عالمگیریت کی گہرائی کو اسلام میں ولایت کے فطری،معنوی اور عالمی (آفاقیت)ہونے میں دیکھا جانا چاہیئے البتہ جدید پلیٹ فارم کے استعمال کے ساتھ اس کے اثر و رسوخ کا دائرہ وسیع،آسان اور تیز تر ہوگیا ہے۔آزاد قوموں کیلئے مقاومت کا عالمی اور رول ماڈل بننا باعث بنتا ہے کہ مقاومت کے شہید قائدین سے عالمی سطح پر جدید مددگار پیدا ہوں اور عالمی سطح پر ظلم و نا انصافی کے خلاف ایک نئی عالمی تحریک تشکیل دی جائے اور ایک منصفانہ نظام کی تشکیل کیلئے نئے فیصلہ کیے جائیں۔

مزاحمت کی بحث پر تہذیبی نقطہ نظر (طرز عمل)

احمد رہدار
یونیورسٹی کے فیکلٹی ممبر

اسلامی مزاحمت کی بحث عصری تہذیبی مظاہر میں سے ایک ہے۔ جو حالیہ برسوں میں تہذیب کی ایک اہم بنیاد کے طور پر ابھری ہے۔ اس میدان میں زیادہ تر عکاسی سیاسی سماجیات اور سیاسی تاریخ کے نقطہ نظر سے ہوئی ہے اور بنیادی طور پر ایران کے مضافاتی علاقوں میں اس کی مخصوص مثالوں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ مگر محسوس ہوتا ہے کہ مزاحمت کی بحث کے تجزیے میں تہذیبی نقطہ نظر کی کمی اب بھی نمایاں ہے۔ کیونکہ یہ نقطہ نظر(طرز عمل) دیگر طریقوں سے زیادہ اس بحث کی وضاحت کرنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتا ہے چنانچہ اگر ہم مزاحمت کی بحث کو جدید اسلامی تہذیب کے ادراک کے لیے ایک پلیٹ فارم کے طور پر دیکھیں تو اس کا ایک تہذیبی نقطہ نظر کے طور پر تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ شاید تہذیبی نقطہ نظر(طرز عمل) کے علاوہ کوئی بھی طریقہ مزاحمت کی تہذیبی

صلاحیتوں کی صحیح وضاحت کرنے کے قابل نہیں ہے۔
تہذیبی مظاہر کی ایک خصوصیت ان کا مقصدیت اور ٹھوس پن ہے اور دوسرے لفظوں میں یہ احساس کی کیفیت کو کہتے ہیں۔ مزاحمت بنیادی طور پر ذہنی کیفیت ہے جو افراد اور قومیں اپنی شناخت کی حفاظت کے لیے حاصل کرتی ہیں اور چونکہ یہ شناخت عینی مظاہر کی شکل میں تجلی پاتی ہے، چنانچہ مزاحمت ذہنی حالت سے عینیت(معروضیت) کے مرحلے تک کھینچی چلی آتی ہے۔ اس حد تک کہ مزاحمت کی بہت سی مثالیں ٹھوس مناظر میں نظر آتی ہیں۔ نیز مزاحمت کی بہترین تشریح ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے معروضی مناظر کے تناظر میں اس کا تجربہ کیا ہے۔ کچھ اس طرح کی مزاحمت کے موضوع کو محققین نے نہیں بلکہ اس کے تمام کھلاڑیوں نے آگے بڑھا کر اسے عملی کر دکھایا۔ جب مزاحمتی سپاہی اس کے بارے میں بات کرتے ہیں، تو وہ اپنے اندرونی(معنوی) احساسات بیان کرتے ہیں۔ جبکہ محققین کہ جنہوں نے بنیادی طور پر مزاحمت کا عینی (معروضی) طور پر تجربہ نہیں کیا ہوتا مزاحمت کو ایک موضوع بناکر اس کی ایک غیر حقیقی تصویر پیش کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مزاحمت کی بحث قوموں کی سماجی خود شناسی سے پیدا ہونے والے دیگر تہذیبی مظاہر کی طرح ہے جو روحانی، نظریاتی اور عملی جہتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ مزاحمت ایک ایسی صورت حال ہے جو سماجی سرمائے پر انحصار کرتی ہے اور قوموں کے لیے آسانی سے حاصل نہیں ہوتی۔ اس صورت حال کا روحانی اور سماجی تقاضا کسی قوم کے روحانی سرمائے کے جمع ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو عموماً مذاہبِ وحی کے ذریعے فراہم کرتے ہیں۔ اس صورت حال کے نظریاتی تقاضے کسی معاشرے کی عقل کی جدلیاتی اس کے روحانی سرمائے کے ساتھ ہوتے ہیں، جو عموماً نسبتاً طویل تاریخی عمل میں حاصل ہوتی ہے اور نتیجہ اس معاشرے کی فکری خوشحالی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس صورت حال کے عملی تقاضے بھی بعض واقعات کا سامنا کرنے کے تجربے سے ہوتے ہیں جو کسی معاشرے کی تاریخ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ روحانی اور نظریاتی سرمایے ایک ہی وقت میں حاصل ہوتے ہیں اور نہ ہی بنیادی طور پر ایک شخص میں جمع ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اجتماعی پہلو اور طویل المدتی عمل دونوں پہلو ہیں۔ وہ تاریخی واقعات جن کے تناظر میں مزاحمت کی بحث پروان چڑھتی ہے اور پختہ ہوتی ہے، مذکورہ بالا تمام سرمایے کے ظہور کا پلیٹ فارم بنتے ہیں نیز خود آگاہی پیدا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، مزاحمت کی بحث ٹھوس، مربوط اور مذہبی طور پر اصل نظریات جو کئی صدیوں کے دوران، خاص طور پر بحرانوں اور مشکلات کے دوران اخذ کیے گئے ہیں پر مبنی ہے۔ یہ تصورات مذہبی علماء کے اخذ کردہ ہیں لیکن عملی اور تاریخی نقطہ نظر سے، انہوں نے ضروری اور خصوصی طور پر اسے جاری نہیں رکھا ہے۔ بلکہ اس عمل میں بہت سے لوگوں نے حصہ لیا ہے۔ مزاحمت کے مسئلہ میں لوگوں کی شرکت کی وجہ مزاحمت کے تصور کو مزاحمتی ثقافت میں تبدیل کرنا ہے۔ نیز، ایک خیال کے طور پر، مزاحمت کو ایک میکرو اور ٹرانسپرسنل اپروچ سمجھا جاتا ہے، اور یہ میکرو اپروچ اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب یہ نسبتاً مستحکم مدت اور نسبتاً وسیع جگہ میں لوگوں کی غالب ثقافت بن جاتی ہے۔ یہ ایسی حالت میں ہے کہ مزاحمت ایک مربوط مجموعے کے طور پر کام کر سکتی ہے اور وسیع جغرافیہ اور مختلف اوقات میں زبردست اقدامات کر سکتی ہے ۔

مزید بر آں، مقاومت کا موضوع بہت سے تہذیبی جلوؤں کی طرح نہایت پیچیدہ اور کثیر جہتی معاملہ ہے۔ غرض یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ آشکار و عیاں دشمن کے مقابلے میں اپنی طبعی نوعیت سے منفرد نہیں ہے نیز اسے مختلف ذاتی، سماجی، حکومتی، اقتصادی اور ثقافتی جہتوں میں عملی جامہ پہنانے کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف، مزاحمت جیسے تہذیبی مظاہر میں عموماً دوہری تکرار اور نشوونما ہوتی ہے اور اس سے ان کا سیاق و سباق اور تسلسل محفوظ رہتا ہے۔ ترقی اور تکرار والے مظاہر، ماضی میں بھی ایک قدم رکھتے ہیں اور حال اور مستقبل میں بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ارتقاء کے لیے تکرار کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن ہر تکرار میں چیزوں کو اصل مظہر میں شامل یا گھٹا دیا جاتا ہے اور تکرار تہذیبی رویے کو خُلق(ملکہ) میں بدل دیتی ہے۔ مزاحمت کی نوعیت ایسی ہے کہ اس کی نشوونما اور تکرار کی کمی موت اور اس کے کاموں کے بے اثر ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اس طرح کہ مزاحمت کا تسلسل اس کے مؤثر افراد کے تجربے اور کارکردگی کا سبب بنتا ہے۔

سید مقاومت مطیع رہبر

عنیزہ عابد حسین - کراچی، پاکستان

دنیا میں کہیں بھی ظلم ہو، اور حسینی فکر و کردار رکھنے والا انسان خاموش بیٹھا رہے؟ ایسا کبھی ممکن نہیں۔ مسئلہ فلسطین، جو امتِ مسلمہ کا اجتماعی مسئلہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالمگیر انسانی مسئلہ ہے، اس پر شیعانِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کا مؤقف ہمیشہ واضح رہا ہے: فلسطین صرف فلسطینیوں کا وطن ہے اور اسرائیل جیسی غاصب ریاست کو کسی بھی صورت قبول نہیں کیا جا سکتا۔

اسرائیل کے ناپاک وجود کے قیام سے آج تک، علی علیہ السلام کے پیروکار ہر محاذ پر فلسطینی مظلوموں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں، نہ صرف ان کے ساتھ ہونے والے ظلم و ستم کو روکنے کے لیے بلکہ اپنی جان، مال، اور اولاد تک قربان کر چکے ہیں۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے اُس فرمان کا عملی مصداق ہیں: «مجھ جیسا تجھ جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔»

جہاں بڑی بڑی طاقتیں اور عالمی رہنما سپر پاورز کے سامنے جھک گئے، اپنا ضمیر اور ایمان بیچ دیا، وہیں علی علیہ السلام کا بیٹا، «خامنہ ای» اور ان کے اطاعت گزار «سید مقاومت» دشمن کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہے۔ وہ اپنی محدود وسائل کے باوجود ہر محاذ پر دشمن کو شکست دینے میں کامیاب رہے اور ایمان و استقامت کی طاقت نے دشمن کو ہر محاذ پر پچھاڑ دیا۔

۷ اکتوبر ۲۰۲۳ کو حماس نے اسرائیل کے خلاف اپنی آزادی کی جنگ کا باضابطہ آغاز کیا اور یہ تحریک ایک سال مکمل کر چکی ہے۔ باوجود اس کے کہ اسرائیل کو سپر پاورز کی پشت پناہی حاصل ہے، فلسطینی آج بھی ناقابلِ تسخیر ہیں۔ وہ فلسطینی، جو کبھی پتھروں سے اپنا دفاع کرتے تھے، آج جدید ترین اسلحے سے لیس ہو چکے ہیں، اور وہ ایک ایسی قوت میں تبدیل ہو گئے ہیں جسے اسرائیل، امریکہ اور یورپ کی بھرپور امداد کے باوجود شکست دینے میں ناکام رہا ہے۔ اس جماعت کے ہر مشکل وقت میں حزب اللہ ہمیشہ ایک مضبوط ڈھال بنی رہی ہے۔ حزب اللہ نے بھی اس جنگ میں اپنے کئی بہادر جوان قربان کیے، اپنے عظیم کمانڈرز کی شہادت کے زخم برداشت کیے، مگر اس کے باوجود حزب اللہ کا عزم اور طاقت پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ شہدائے دفاعِ بیت المقدس کے خونِ ناحق کا ایک دن نتیجہ یہ ہو گا کہ اسرائیل صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔

سرزمینِ لبنان و فلسطین پر بہنے والا یہ مقدس خون، بیت

المقدس کی آزادی کا پیش خیمہ ہے۔ یہی خون وہ نسلیں تیار کرے گا جو ہمیشہ کے لیے جہاد کا عَلَم بلند رکھیں گی۔ شہادت کا سفر کبھی ختم نہیں ہو گا، بلکہ ہر شہادت، ایک نئے انقلاب کی راہ ہموار کرے گی۔

امام خمینی رحمت اللہ علیہ نے فلسطین کے مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کیا، اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو «یوم القدس» کے نام سے منایا جائے تاکہ دنیا کو ظالم اور مظلوم کا فرق معلوم ہو سکے۔ امام خمینی کے اس فرمان پر آج بھی عمل جاری و ساری ہے۔ ان کے بعد رہبر معظم نے عالمی سطح پر اس مسئلے کی اہمیت کو بار بار اجاگر کیا اور اپنی تقاریر کے ذریعے فلسطینیوں کے حقوق اور اسرائیل کے مظالم کے خلاف اپنی مضبوط اور دو ٹوک پوزیشن پیش کی۔

رہبر کے حقیقی اطاعت گزار، چاہے وہ سوشل میڈیا کے محاذ پر ہوں یا میدانِ جنگ میں، ہر جگہ اسرائیل کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ کچھ اپنے قلم کی طاقت سے اسرائیل کے جرائم کو دنیا کے سامنے لاتے ہیں، تو کچھ اپنی جان کی پروا کیے بغیر دشمن کے خلاف محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ سید مقاومت ان جوانوں کا بہترین نمونہ ہیں۔ وہ اس بات کے منتظر نہیں رہے کہ رہبر واضح طور پر جہاد کا حکم دیں، بلکہ سید حسن نصراللہ ہمیشہ رہبر کی ہر بات، ہر حکم اور ہر اشارے کو سمجھتے اور اسی کے مطابق عمل کرتے۔

سید مقاومت نے آیت اللہ مصباح یزدی رحمت اللہ علیہ کے سامنے بیان کیا: «ہم ولایت کو ایک مختلف انداز میں سمجھتے ہیں، ایک ایسا انداز جو زیادہ سعادت بخش ہے۔ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب ولی امر کوئی حکم دیں تو ہم فوراً اس پر عمل کرتے ہیں۔ ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں ہوتی کہ رہبر ہمیں بار بار حکم دیں۔ ہم ان کی فکری شناخت اور ان کے اصولوں کو سمجھ کر ان کی خوشی اور ناراضگی کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اگر ہمیں یہ احتمال بھی ہو کہ کوئی عمل رہبر کی خوشی کا باعث بن سکتا ہے، تو ہم اسے فوراً انجام دیتے ہیں، اور اگر کوئی عمل رہبر کی ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے تو ہم اسے ترک کر دیتے ہیں۔»

آیت اللہ مصباح یزدی رحمت اللہ علیہ نے جواب دیا: «یہی حقیقی ولایت ہے۔» سید مقاومت نے اس قول پر عمل کر کے حقیقی اطاعت کا بہترین نمونہ پیش کیا۔

سید مقاومت کی شہادت پر رہبر معظم نے فرمایا:

«سید مقاومت کوئی فرد نہیں تھے، بلکہ وہ ایک راستہ، ایک مکتب تھے، اور یہ مکتب ہمیشہ زندہ رہے گا۔»

سید مقاومت کی زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ اطاعتِ رہبر میں ہی عزت اور کامیابی ہے۔ ان کی شہادت، ایک مقدس مقصد کی خاطر دی گئی قربانی تھی، اور ان کا خون، فلسطین اور بیت المقدس کی آزادی کی جانب اٹھنے والے ہر قدم کا نشان ہے۔

مشہور خطاب کہ جس میں انہوں نے لبنانی عوام کو مخاطب کر کے کہا تھا: آپ شرافت دار، عزت دار اور پاکیزہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے دشمن کا بھرپور مقابلہ کیا ہے۔ ان کے اس وصف نے انہیں پوری دنیا میں عزت و شرافت کا علمبردار بنا دیا۔

خلاصہ کلام سید حسن نصراللہؒ انسانی اور اسلامی اقدار کا ایک مکمل عملی نمونہ تھے۔ وہ اس صدی کے ان چند عظیم رہنماوں اور شخصیات میں نمایاں ترین ہیں جنھوں نے اپنی قومی ملی دینی اور انسانی غیرت و حمیت کا سودا نہیں کیا اور آزادی اور خود مختاری جیسی عظیم نعمت کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ انہوں نے مستضعف اور محروم لبنانی قوم کو ایک باوقار اور متحرک قوم میں ڈھال دیا ہے۔ انہوں نے مزاحمت کے شجر کو اس وقت ایک تناور درخت بنا کر پیش کیا جب تخت و تاج پر براجمان عرب و عجم کے اکثر مسلمان حکمران اپنی قومی و ملی او ر دینی و انسانی غیرت پر کمپرومائز کر چکے تھے جب قبلہ اول پر قابض صہیونی رجیم کو ایک حقیقت مان کر دنیا تسلیم کرتی جا رہی تھی، جب قبلہ اول پر قبضے کو ایک تاریخی جبر کے طور پر قبول کیا جا رہا تھا ۔ سید حسن نصراللہؒ نے اپنی بتیس سالہ مزاحمتی قیادت میں جس مزاحمتی نظریے اور نظام کو مضبوط کیا ہے آج وہ سید حسن نصراللہؒ کی غیر موجودگی میں بھی صہیونی رجیم کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے اور عرب و عجم مسلمان عوام کی امنگوں کی حقیقی ترجمانی کر رہا ہے۔ سید حسن نصراللہؒ نے مزاحمت کا جو عہد تشکیل دیا ہے وہ رہتی دنیا تک حریت پسندوں کے لیے نمونہ عمل ہے

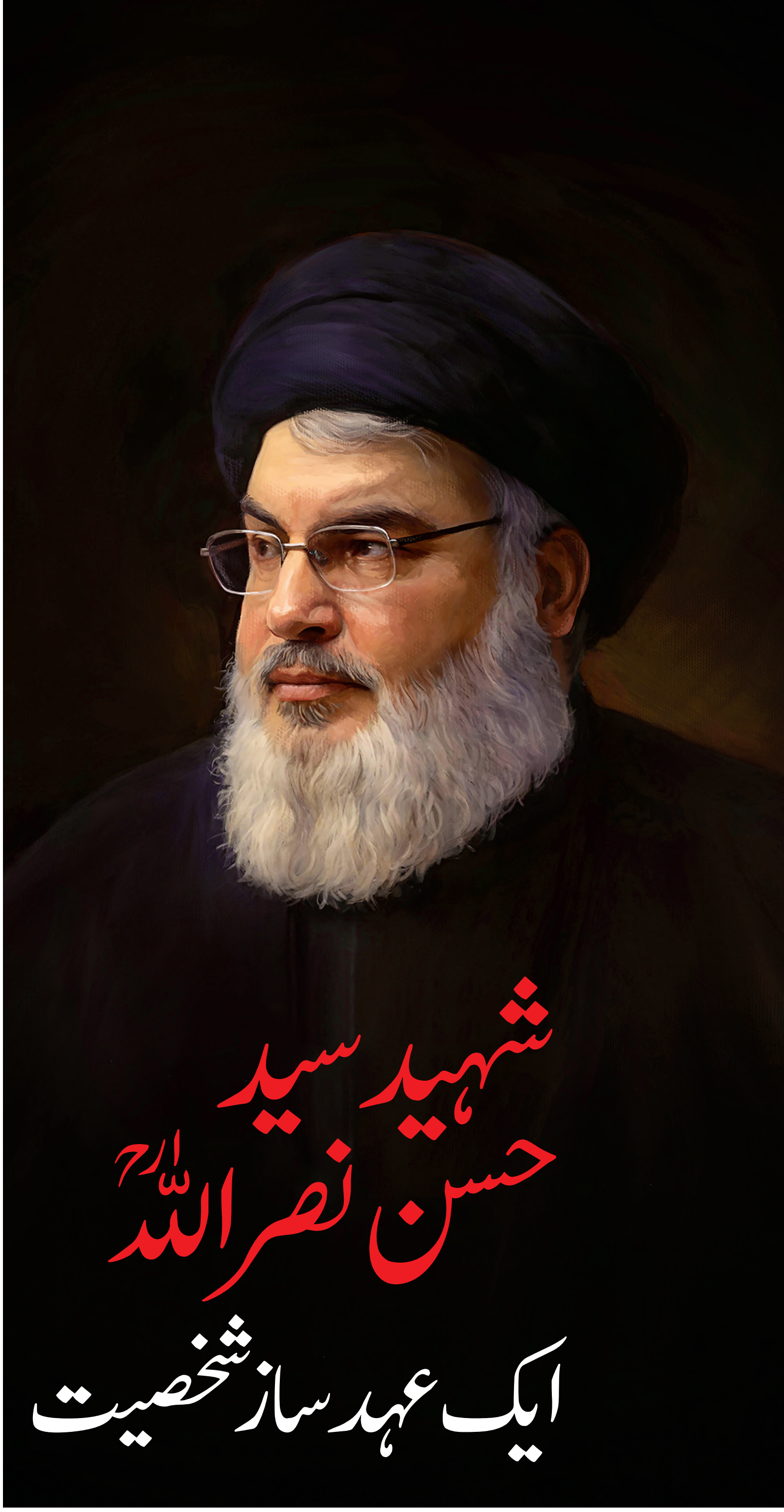

شہید سید حسن نصراللہؒ ایک عہد ساز شخصیت

حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر
سید شفقت حسین شیرازی

حزب اللہ لبنان کے قائد شہید سید حسن نصراللہؒ نے فروری ۱۹۹۲ میں علامہ سید عباس موسویؒ کی شہادت کے بعد جب حزب اللہ کی قیادت سنبھالی تو ان کی عمر محض ۳۲ سال تھی۔ یعنی عین جوانی کے ایام میں خداوندمتعال نے انہیں اس الہی ذمہ داری کیلئے منتخب کیا۔ یہ وہ دور تھا جب اندرونی طور پر لبنان کے اندر داخلی تنازعات باقاعدہ خانہ جنگی کی شکل اختیار کر چکے تھے اور بیرونی طور پر غاصب اسرائیل جنوبی لبنان پر مکمل طور پر قابض تھا۔ ایسے حالات میں شہید علامہ سید حسن نصراللہؒ کی سربراہی میں حزب اللہ نے نہ صرف داخلی تنازعات کو ختم کرنے کے لیے عملی اقدامات کیے بلکہ اسرائیل کے خلاف مسلسل مزاحمت کر کے غاصب رجیم کو لبنان کا قبضہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور صہیونی رجیم ۲۵ مئی ۲۰۰۰ کو راتوں رات اپنا اسلحہ اور ساز و سامان چھوڑ کر لبنان سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اسرائیل کی مشرق وسطی میں یہ پہلی ذلت آمیز شکست تھی کہ جس میں غاصب رجیم نے بغیر کسی جنگی معاہدے کے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ سید حسن نصراللہؒ کی قیادت میں حزب اللہ کی یہ پہلی بڑی کامیابی تھی جس کے بعد دنیا میں سید مزاحمت سید حسن نصراللہؒ کی شخصیت ابھر کر سامنے آئی۔ پورے عالم اسلام میں حریت پسند سید حسن نصراللہؒ سے والہانہ محبت کا اظہار کرنے لگے اور تمام مزاحمتی سوچ رکھنے والے افراد چاہے وہ جس ملک یا جس دین و مسلک سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے سید حسن نصراللہؒ سے اپنے عشق کا بھرپور اظہار کیا۔ سید حسن نصراللہؒ نے اپنی ۳۲ سالہ قیادت میں بہت سے محاذوں پر دشمن کا مقابلہ کیا اور پوری دنیا میں انتہائی منفرد شخصیت کے طور مانے گئے۔ شہید سید حسن نصراللہ نے مزاحمت کا جو عہد تشکیل دیا اور اپنے خون سے جس کو امر کر دیا ہے وہ رہتی دنیا تک کے حریت پسندوں کے لیے نمونہ عمل ہے۔ اس مضمون میں سید مقاومت شہید سید حسن نصراللہؒ کی چند امتیازی خصوصیات بیان کرتے ہیں جو انکی شخصیت کو باقی تمام مسلم امہ کی قیادت سے ممتاز کرتی ہیں۔

بے نظیر شخصیت

سید حسن نصراللہؒ کی شہادت کے موقع پر امام سید علی خامنہ ای حفظہ اللہ تعالی نے سید حسن نصراللہؒ کے لیے بے نظیر شخصیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور یقینا ایسا ہی ہے کہ سید شہید حسن نصراللہؒ کا رتبہ بہت بلند ہے کیونکہ سید حسن نصراللہ جن خصوصیات کے حامل تھے وہ امام خامنہ ایؒ کے بعد بہت کم شخصیات میں ملتی ہیں اور خاص طور پر عرب دنیا کے اندر سید حسن نصراللہؒ کے پایہ کی کوئی شخصیت نہیں ہے۔ سید حسن نصراللہؒ اسلامی اقدار کا ایک مکمل نمونہ تھے جس کے دشمن بھی معترف تھے۔

انتہائی متواضع شخصیت

سید حسن نصراللہؒ کو اللہ تعالی نے خاص سرفرازی سے نوازا تھا اور پوری دنیا میں ان کا مقام و احترام تھا۔ اس سب کے باوجود ان کی شخصیت کے اندر انتہائی عاجزی و انکساری تھی۔ ہر وہ شخص جو ایک دفعہ بھی سید حسن نصراللہؒ سے ملاقات کرتا وہ ان کی شخصیت کا گرویدہ ہوجاتا۔ کئی دفعہ وہ اپنے حفاظتی

پروٹوکولز کی پرواہ کیے بغیر عوام کے درمیان آجاتے تھے اور ان کے ساتھ انتہائی شفیق رویہ اختیار کرتے۔

با بصیرت شخصیت

اللہ تعالی نے سید حسن نصراللہؒ کو کمال بصیرت عطا فرمائی ہوئی تھی ۔ وہ اپنے دشمن کے ارادوں کو بھانپ لیتے اور آنے والے حالات کی پہلے سے پیش گوئی کر دیتے تھے۔ وہ بیک وقت پوری دنیا کے حالات سے باخبر رہتے تھے۔ مستقبل کی پیش گوئی کے ساتھ ساتھ مستقبل کا لائحہ عمل ترتیب دے کر رکھتے تھے ۔ اپنی حزب اور باقی متعلقہ افراد کو تمام تر حالات سے پیشگی آگاہ کر دیتے تھے۔

دشمن شناس

شہید سید حسن نصراللہؒ دشمن کی تمام تر خوبیوں اور خامیوں سے واقف ہوتے تھے وہ باقاعدہ دشمن کی منصوبہ بندی اور ورکنگ کا عمیق مطالعہ کرتے تھے۔ دشمن کی ہر پیش رفت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ دشمن کے اچانک وار سے غافل ہونے کی بجائے دشمن کی منصوبہ بندی کے مدمقابل اپنی تمام تر تیاریاں مکمل رکھیں۔ حزب اللہ کے قائم مقام سربراہ شیخ نعیم قاسم کے بقول سید حسن نصراللہؒ نے اپنی شہادت سے قبل پوری قیادت کو اپنی شہادت کی صورت میں متبادل منصوبہ دے دیا تھا ۔ شیخ نعیم قاسم نے اپنے حالیہ خطاب میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ ہم سید حسن نصراللہؒ کی دی ہوئی منصوبہ بندی کے مطابق دشمن کے خلاف عمل پیرا ہیں۔

داعی اتحاد و وحدت

شہید سید حسن نصراللہؒ اتحاد بین المومنین و اتحاد بین المسلمین کا عملی نمونہ تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا دشمن اب تقسیم اور حکمرانی کے اصول کی بجائے تقسیم در تقسیم یعنی مسلمانوں کا تکہ بوٹی کرنا چاہتا ہے اسی لیے تو آئے دن چھوٹے سے چھوٹے اختلاف کو بھی ہوا دے کر پورا بحران کھڑا کیا جاتا ہے تاکہ مسلم دنیا کو مزید تقسیم در تقسیم کیا جائے۔ سید حسن نصراللہؒ دشمن کی اس روش کے مقابلے میں اتحاد و وحدت کی روش پر عمل پیرا تھے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت لبنان ہے کہ جس کے اندر سید

حسن نصراللہؒ کی قیادت کے بعد ان کی ذاتی کاوشوں سے تحریک امل کے ساتھ ان کے تعلقات مثالی ہوگئے تھے۔ بلکہ دیگر سیاسی گروہوں کے ساتھ بھی ان کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ یہ سید حسن نصراللہؒ کی پالیسی ہی کا نتیجہ تھا کہ رفیق الحریری کے قتل کے بعد دشمن شدید کوشش کے باوجود الحریری کی جماعت کو حزب اللہ کے مدمقابل لانے میں ناکام رہا۔ سید حسن نصراللہؒ اپنے سیاسی مخالفین کو بھی عزت دیتے تھے۔ اتحاد کے حوالے سے سید حسن نصراللہؒ فرماتے تھے: حرام ہے کہ حزب اللہ کی ایک گولی بھی اپنے ہم وطنوں پر چلے۔ ان کے مخالفین نے کئی بار حزب اللہ کے خلاف مسلح کاروائیاں بھی کیں لیکن وہ ہمیشہ اتحاد کی پالیسی پر عمل پیرا رہے اور بالآخر وہ اپنے اس عظیم مقصد میں سرخرو ہوئے۔

سیاسی شعور

شہید سید حسن نصراللہؒ کی شخصیت کا ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ ان کو اللہ تعالی نے کمال سیاسی شعور عطا کیا تھا۔ وہ پوری دنیا کی سیاست پر گہری نظر رکھتے تھے اور باخبر رہتے تھے۔ اور جہاں ضروری ہوتا تھا وہ دنیائے سیاست میں اپنا موقف بھی دیتے تھے۔ سید حسن نصراللہؒ نے لبنان کے اندر انتہائی زبردست سیاسی اتحاد قائم کیا جس میں شیعہ،سنی،عیسائی اور دروزی سب شامل ہیں۔ اور آج بھی لبنان کی سیاست میں یہ اتحاد سب سے مضبوط اتحاد ہے کہ جس کی وجہ سے لبنان میں موجود امریکی آلہ کار آج تک حزب اللہ کو غیر مسلح کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

اقتدارمحض کی سیاست سے گریز

لبنان سمیت پورے مشرق وسطی میں سید حسن نصراللہؒ کی ان تھک کوششوں کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انھیں بہت سی کامیابیوں سے نوازا۔ وہ لبنان کی داخلی سیاست میں سب سے زیادہ قدر آور شخصیت تھے۔ اور لبنان کے تمام سیاست دان انکی عزت و احترام کے قائل تھے لیکن انھوں نے کبھی حکومت پر قابض ہونے والا رویہ نہیں اپنایا۔ بلکہ لبنانی سیاست میں معاہدے کے تحت شیعہ کو ملنے والا سپیکر کا عہدہ بھی وہ تحریک امل کے ارکان کو دے دیتے تھے۔

امام سید علی خامنہ ای کے سچے عاشق اور پیرو

سید حسن نصراللہؒ حقیقی معنوں میں رہبر انقلاب سید علی خامنہ ای کے عاشق تھے۔ بقول سید حسن نصراللہؒ: انھوں نے ایک دفعہ آیت اللہ العظمی مصباح یزدی رح سے ایک ملاقات میں کہا کہ ہم اطاعت رہبری میں اس چیز کے قائل ہیں کہ مقام معظم رہبری کو حکم صادر فرمانے کا موقع بھی نہیں دیتے۔ بلکہ ہم یہ دیکھتے کہ جو چیز رہبر معظم کو پسند ہے ہم وہ کر گزرتے ہیں اور جو چیز انکو ناپسند ہے ہم اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ تو جواب میں مرحوم آیت اللہ یزدی نے فرمایا یہی تو حقیقی ولایت ہے اور اس کا اعلی درجہ ہے ۔ سید حسن نصراللہؒ رہبر شناس تھے جو رہبر معظم کے ارادوں کو بھانپ لیتے تھے۔ سید حسن نصراللہؒ فرماتے تھے : حزب اللہ رہبر معظم کے امر و نہی کی منتظر

نہیں رہتی بلکہ رہبر کی منشا کےمطابق پیشگی اقدام کرتی ہے۔ یہی حزب اللہ کی انفرادیت ہے۔

شہادت کے عاشق

سید حسن نصراللہؒ شہادت کے عاشق تھے ۔ وہ اپنی پوری زندگی شہادت کے منتظر رہے۔ طوفان الاقصی آپریشن میں جب امریکہ نے سید حسن نصراللہؒ کو پیغام بھجوایا کہ آپ حماس کی حمایت سے پیچھے ہٹ جائیں یا آپ کو قتل کر دیا جائے گا تو ان کا جواب تھا کہ یہ شیطان مجھے ذلت کا راستہ اپنانے کا کہتے ہیں جب کہ شہادت ہمارے لیے باعث افتخار ہے۔ بالآخر خداوندمتعال نے سید حسن نصراللہؒ کو شہادت جیسی عظیم نعمت سے سرفراز کیا۔

شجاعت و استقامت

سید حسن نصراللہؒ پوری عرب دنیا کی شجاع ترین شخصیت تھے۔ ان کی اس خصوصیت کے دشمن بھی معترف تھے۔ وہ کبھی خوف زدہ نہیں ہوتے تھے۔ ۲۰۰۶ کی ۳۳ روزہ جنگ میں جب اسرائیلی جہاز بیروت کے مضافتی علاقے ضاحیہ پر اندھا دھند بمباری کر رہے تھے اور پورا انفراسٹرکچر تباہ کر رہے تھے، ایک کے بعد ایک عمارت صہیونی فضائیہ کی بمباری میں مسمار ہوتی جارہی تھی۔ بقول شہید قاسم سلیمانیؒ اس اندھا دھند بمباری میں کہ جب دشمن کے جہاز آسمان پر اڑتے نظر آرہے تھے سید حسن نصراللہؒ اور ہم اسی علاقے میں رہ کر صہیونیوں

کے خلاف جنگ کی مدیریت کرتے رہے اور دوست ممالک کی پیشکش کے باوجود سید حسن نصراللہ نے بیروت چھوڑنے سے انکار کر دیا اور جنگ کو اپنے مجاہدوں اور عوام کے ساتھ رہ کر لڑنے کو ترجیح دی۔ اس میں ان کی جان کو شدید خطرات لاحق تھے لیکن ان کا شجاعانہ انتخاب یہ تھا کہ وہ علاقہ نہیں چھوڑیں گے۔ شہید قاسم سلیمانیؒ کے بقول اس جنگ کے دوران بعض اوقات سید حسن نصراللہؒ کو ایک رات میں کئی بار اپنا مقام تبدیل کرنا پڑتا لیکن وہ شجاعت اور دلیری کے ساتھ اسی علاقے میں رہ کردشمن کے خلاف جنگ کی مدیریت کرتے رہے۔

عزت و کرامت

سید حسن نصراللہؒ عزت و کرامت کے قائل تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہماری اسرائیل سے جنگ اپنی عزت و کرامت کی جنگ ہے کیونکہ اسرائیل نے ہمارے قبلہ اول پر قبضہ کر کے ہماری عزت و کرامت کو داغدار کیا ہے لہذا اسرائیل کو اسکی سزا ملے گی۔ سید حسن نصراللہؒ اپنی عوام کو بھی عزت و کرامت کا درس دیتے تھے۔ ۲۰۰۶ کی جنگ میں فتح کے بعد ان کا مشہور خطاب کہ جس میں انہوں نے لبنانی عوام کو مخاطب کر کے کہا تھا: آپ شرافت دار، عزت دار اور پاکیزہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے دشمن کا بھرپور مقابلہ کیا ہے۔ ان کے اس وصف نے انہیں پوری دنیا میں عزت و شرافت کا علمبردار بنا دیا۔

خلاصہ کلام سید حسن نصراللہؒ انسانی اور اسلامی اقدار کا ایک مکمل عملی نمونہ تھے۔ وہ اس صدی کے ان چند عظیم رہنماوں اور شخصیات میں نمایاں ترین ہیں جنہوں نے اپنی قومی ملی دینی اور انسانی غیرت و حمیت کا سودا نہیں کیا اور آزادی اور خود مختاری جیسی عظیم نعمت کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ انہوں نے مستضعف اور محروم لبنانی قوم کو ایک باوقار اور متحرک قوم میں ڈھال دیا ہے۔ انہوں نے مزاحمت کے شجر کو اس وقت ایک تناور درخت بنا کر پیش کیا جب تخت و تاج پر براجمان عرب و عجم کے اکثر مسلمان حکمران اپنی قومی و ملی اور دینی و انسانی غیرت پر کمپرومائز کر چکے تھے جب قبلہ اول پر قابض صہیونی رجیم کو ایک حقیقت مان کر دنیا تسلیم کرتی جا رہی تھی، جب قبلہ اول پر قبضے کو ایک تاریخی جبر کے طور پر قبول کیا جا رہا تھا۔ سید حسن نصراللہؒ نے اپنی بتیس سالہ مزاحمتی قیادت میں جس مزاحمتی نظریے اور نظام کو مضبوط کیا ہے آج وہ سید حسن نصراللہؒ کی غیر موجودگی میں بھی صہیونی رجیم کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے اور عرب و عجم مسلمان عوام کی امنگوں کی حقیقی ترجمانی کر رہا ہے۔ سید حسن نصراللہؒ نے مزاحمت کا جو عہد تشکیل دیا ہے وہ رہتی دنیا تک حریت پسندوں کے لیے نمونہ عمل ہے۔

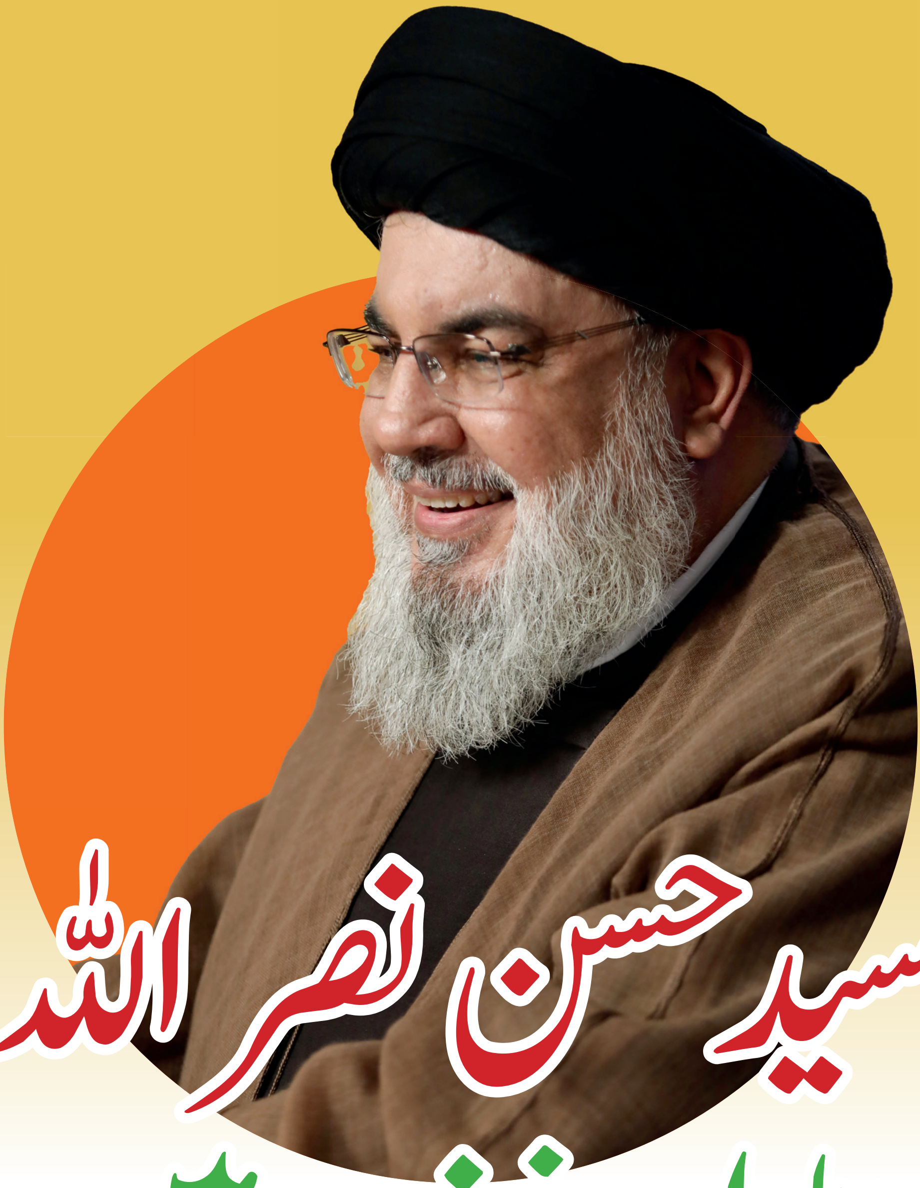

سید حسن نصر اللہ تا ابد زندہ ہیں

تحریر: ڈاکٹر صابر ابو مریم
سیکرٹری جنرل فلسطین فاؤنڈیشن پاکستان

لبنان میں ۳۱اگست سنہ۱۹۶۰ کو آنکھ کھولنے والی سید حسن نصر اللہ کی شخصیت کے بارے میں بیان کرنے یا تحریر کرنے کے لئے اتنا کچھ مواد ہے کہ شاید راقم کے قلم میں اس قدر سکت نہ ہو۔ حسن نصر اللہ صدی کی ان عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے موجودہ زمانہ میں ایک ایسی تاریخ رقم کی ہے جس کے بارے میں قیامت تک آنے والی نسلیں مطالعہ کریں گی اور اس تاریخ سے سبق بھی حاصل کریں گی۔ حسن نصر اللہ نے جس زمانے میں لبنان میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو یہ وہ زمانہ تھا جب ہر طرف ظلم کا دور تھا۔ جس وقت حسن نصر اللہ جوانی کو پہنچے تھے اس وقت تک لبنان کئی ایک داخلی جنگوں کے بعد آخر کار صہیونی غاصبانہ تسلط کا شکار ہو چکا تھا۔ سید حسن نصر اللہ کہ جن کا تعلق ایک دینی اور علمی گھرانے سے تھا ہر گز اس بات کو قبول نہ کر سکے کہ لبنان کی آزادی پر کوئی حرج آئے۔ حسن نصر اللہ ابتدائی ایام میں لبنانی جوانوں کی متحرک تحریک امل میں شامل رہے اور امام موسی صدر کی قیادت میں لبنان میں صیہونی دشمن کے قبضہ کے خلاف جدوجہد میں شریک رہے۔ اسی طرح جب سنہ ۱۹۸۲ء میں باقاعدہ حزب اللہ قائم کی گئی تو سید حسن نصر اللہ نے حزب اللہ میں شمولیت اختیار کر لی۔

سید حسن نصر اللہ سے قبل شہید ہونے والے قائدین میں شہید عباس موسوی، شہید راغب حرب ہیں کہ جنہوں نے حزب اللہ کی قیادت سنبھالی تھی اور شہید عباس موسوی کے بعد سید حسن نصر اللہ نے قیادت کے منصب کو سنبھالا اور تحریک کو آگے بڑھایا۔ سنہ۱۹۹۲ء میں عباس موسوی کی شہادت کے بعد حزب اللہ کو نئے طرز پر تیار کرنے میں حسن نصراللہ نے اہم کردار ادا کیا اور اس کا نتیجہ آخر کار سنہ۲۰۰۰ء میں برآمد ہوا کہ غاصب صیہونی دشمن اسرائیل کی فوجوں کو لبنان سے فرار کرنا پڑا۔ اس سے قبل بھی سنہ۱۹۸۲ء کے زمانہ میں حسن نصر اللہ اور ان کے شہید ساتھیوں میں عماد مغنیہ، فواد شکر، ایوب، حسن القیس، حاج ذوالفقار سمیت متعدد ایسے ساتھی تھے جنہوں نے اس زمانے میں بیروت پر قابض غیر ملکی فوجوں بالخصوص امریکی فوجیوں کو بھگانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حالیہ جنگ میں سات اکتوبر کے بعد حزب اللہ نے جنوبی لبنان کے محاذ پر جنگ کا آغاز کیا تو امریکہ نے بارہا سید حسن نصر اللہ کو دھمکیاں دیں اور کہا کہ ہم اپنے بحری بیڑے لبنان کے سمندروں میں لے آئیں گے اور پھر حزب اللہ کو امریکہ سے کوئی نہیں بچا پائے گا۔ ان دھمکیوں کا سید حسن نصر اللہ نے دو ٹوک جواب دیا اور کہا کہ غزہ پر جارحیت بند کر دو بس یہی ایک راستہ ہے۔ سید حسن نصر اللہ نے امریکی حکومت کو سنہ۱۹۸۲ء کی تاریخی شکست کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ تمہارا واسطہ آج بھی سنہ۱۹۸۲ء والوں سے ہے تاہم آج ہمارے بیٹے اور ہمارے پوتے بھی اسی راستے پر یعنی مزاحمت کے راستے پر موجود ہیں۔ اس بات کی حقیقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ نے حزب اللہ کی قیادت سنبھالی تھی تو اس وقت کچھ عرصہ بعد آپ کا نوجوان فرزند ہادی نصر اللہ اگلے مورچوں پر اسرائیلی فوجیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تھا لیکن آپ نے اس شہادت پر کوئی غم نہ کیا بلکہ اس شہادت کو حزب اللہ کی تقویت کا وسیلہ قرار دے کر دشمن کے ان تمام خیالات اور عزائم کو خاک میں ملا دیا جو وہ چاہتے تھے کہ شہید ہادی نصر اللہ کے جسد خاکی کے عوض آپ کے ساتھ مذاکرات کریں اور مزاحمت کو شرائط پر مجبور کریں لیکن آپ کی بصیرت نے دشمن کو ناکام کیا۔ اس طرح آپ ابو شہدا بھی کہلانے لگے۔

سید حسن نصر اللہ کے جملوں میں امریکہ کو واضح پیغام تھا کہ ایک تو ہم غزہ کی حمایت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور دوسرا یہ کہ اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہماری اگلی دو نسلیں مزاحمت کے راستے پر ہیں جو تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ہم نے سنہ۱۹۸۲ء میں کیا تھا۔

سید حسن نصر اللہ کی زندگی کا خلاصہ کیا جائے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ ایک ایسی زندگی بسر کی ہے جس میں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی ہمیشہ دنیا کے ظالم اور فاسق نظام کے خلاف سینہ سپر رہے۔ لبنان کی عوام چاہے عیسائی ہی کیوں نہ ہوں ان کی جان و مال اور آبرو کو ہمیشہ حسن نصر اللہ نے اپنی جان و مال اور آبرو کی مانند تحفظ کیا۔ ہمیشہ فلسطین سمیت خطے میں موجود اسرائیلی جارحیت کے شکار ممالک اور ان کی عوام کی حمایت کی۔ حسن نصر اللہ اور ان کے ساتھیوں کی ایک طویل داستان مزاحمت ہے جس پر ہزاروں کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر دنیا کے ہر اس خطے میں مظلوم مسلمانوں کی مدد کی جہاں امریکہ اور اسرائیل سمیت مغربی حکومتیں تسلط حاصل کر رہی تھیں یا ان علاقوں کے عوام کو محکوم کر رہی تھیں۔

سید حسن نصر اللہ کی شہادت ان کی طویل جدوجہد پر مبنی زندگی کی شایان شان ہے۔ ایسا انسان کبھی بستر مرگ پر نہیں مرتا۔ ایسے انسان کے لئے یہی شان ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مظلوموں کی حمایت میں اپنی جان قربان کر دے۔

دنیا کے لئے شاید حسن نصر اللہ کی شہادت ایک حادثہ ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں سید حسن نصر اللہ اسی شہادت کی تلاش میں تھے۔انہوں نے اپنی شہادت سے قبل تقریر میں جو کہ ۱۹ستمبر کو لبنان میں پیجر حملوں اور شہید ابراھیم عقیل کی شہادت کے بعد کی تھی اس تقریر میں واضح پیغام تھا کہ آپ نے کہا دشمن نے میرے لئے دو راستوں کا انتخاب کیا ہے ایک یہ ہے کہ میں ذلت قبول کر لوں اور دوسرا یہ کہ مارا جاؤں، سید حسن نصر اللہ نے کہا کہ میں دوسرے راستے کو انتخاب کروں گا یعنی شہادت کو۔ یہ ذلت کا راستہ کیا تھا جو دشمن نے حسن نصر اللہ کے لئے انتخاب کیا تھا؟ دشمن پہلے دن سے چاہتا تھا کہ حزب اللہ جنوبی لبنان سے غاصب صیہونی فوج کے خلاف اپنی کاروائیوں کو روک دے۔ لیکن سید حسن نصر اللہ کا واضح اور دو ٹوک موقف تھا کہ ہمارا محاذ فلسطین کی حمایت کا محاذ ہے جب تک غزہ پر جارحیت بند نہیں کی جائے گی ہم اسرائیل کے خلاف کاروائیوں کو نہیں روکیں گے۔ سات اکتوبر کے بعد سے امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے مسلسل دھمکیوں کا سلسلہ جاری تھا، اسی طرح کئی عرب ممالک کی حکومتوں نے بھی سید حسن نصر اللہ کو امریکہ اور اسرائیل کے پیغامات پہنچائے تھے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا، لبنان پر حملہ کر دیا جائے گا اور نہ جانے کیا کچھ دھمکیاں دی تھیں۔ ان سب دھمکیوں کے جواب میں سید حسن نصر اللہ نے ماضی کی اپنی تقریروں میں موقف واضح کیا تھا اور امریکہ کو یاد دلوا دیا تھا کہ تمہارا واسطہ سنہ۱۹۸۲ء والوں کے ساتھ ہے۔ اسی طرح جب شہادت سے قبل آخری تقریر کی اس میں بھی حسن نصر اللہ نے کہا کہ سب جان لیں ہمارا راستہ واضح ہے یعنی مزاحمت کا راستہ ہے۔ ہم

اس راستے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ غزہ پر جارحیت کے خاتمے تک ہمارا محاذ بھی جاری رہے گا اور اسرائیل کے خلاف کاروائیاں بھی جاری رہیں گی۔ اگر ہم سب کے سب مارے جائیں اور قتل کر دیئے جائیں اور ہمارے گھر ہمارے سروں پر ملبہ بن کر گر پڑیں تب بھی ہم غزہ کی حمایت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ چاہے کچھ بھی قربان کرنا پڑے ہم غزہ کی حمایت سے دستبردار نہیں ہوں گے۔
یہ سید حسن نصر اللہ کا عزم اور ارادہ تھا جس نے آخر کار ان کی قربانی بھی مانگ لی۔ سید حسن نصر اللہ نے جنوبی لبنان سے سات اکتوبر کو جس محاذ کا آغاز کیا تھا اس محاذ نے غاصب صیہونی حکومت اسرائیل پر اس قدر کاری ضرب لگا دی ہے کہ جس کو اسرائیل ختم نہیں کر سکتا۔ اسی ضرب کاری کے بارے میں جمعہ کے تاریخی خطبہ میں ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے اشارہ کیا تھا کہ حزب اللہ نے اسرائیل کو ستر سال پیچھے دھکیل دیا ہے یعنی ستر سال پہلے جن علاقوں پر آج اسرائیل قابض ہے وہاں قابض نہیں تھا۔ آج شمال فلسطین میں ایک بہت بڑا رقبہ اگر صیہونی آبادکاروں کے فرار سے خالی ہوا ہے تو یقینا اسرائیل کو ستر سال پیچھے پھینک دیا گیا ہے۔ اس کے لئے بہت بڑی بڑی قربانیوں میں ایک سب سے بڑی قربانی سید حسن نصر اللہ نے خود پیش کی ہے۔ آج اسرائیل پوری دنیا کی طاقت کے ساتھ بھی اپنے آباد کاروں کو شمال فلسطین میں واپس نہیں لا سکتا کیونکہ یہ سید حسن نصر اللہ کا وعدہ تھا کہ تم اپنے لوگوں کو اس علاقہ میں واپس نہیں لا پاؤ گے کیونکہ حزب اللہ اب اس سے آگے حیفا تک علاقوں کو نشانہ بنا رہی ہے اور یہی صورتحال وہاں بھی پیدا ہو چکی ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں صیہونی آباد کار فرار ہو رہے ہیں۔ یہی حسن نصر اللہ کی بصیرت اور حکمت عملی تھی جس نے غزہ پر آگ و خون برسانے والے صیہونی غاصب ریاست اسرائیل کو کاری ضرب لگا کر نابودی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ سید حسن نصر اللہ فلسطینیوں کے سب سے بڑے مددگار تھے اور آخر کار انہوں نے فلسطین کی خاطر اپنی جان قربان کر کے دنیا کو پیغام دیا کہ ہم ظالم اور فاسق طاقتوں کے سامنے نہ تو پہلے کبھی تاریخ میں سر تسلیم ہوئے تھے اور نہ آج ہو رہے ہیں۔
آج سید حسن نصر اللہ کا جسم ہمارے درمیان موجود نہیں ہے لیکن ان کا اخلاص، جہاد، محبت، بصیرت اور ان کی دانائی ہمارے درمیان موجود ہے اور آج ان کے خون کی برکت سے ہزاروں حسن نصر اللہ جنم لے رہے ہیں، وہ عالم ارواح سے شہدائے طریق القدس کے ہمراہ فلسطین و لبنان سمیت دنیا بھر کے حریت پسندوں کی قیادت کر رہے ہیں۔ شہید حسن نصر اللہ تا ابد زندہ رہیں گے۔

ایران نوین